بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جانبِ بطحا گزر کُن

(سفر نامۂ حجاز)

سیّدہ روبینہ بخاری

جملہ حقوق بحقِ مصنفہ محفوظ ہیں

Book's Name: Janib_e_Batha Guzar Kun

Author: Syeda Rubina Bukhari

Type of BooK: Travelogue

Publishing Year: 2026

Composed by: Ashraf Naqvi 0345-6352439

Published by: Asghar Ali Javed

Number of Copies: 500

Price: Rs. 1000/-

نام کتاب: جانبِ بطحا گُزر کُن

صنف: سفر نامہ

مصنفہ: سیّدہ روبینہ بخاری

سال اشاعت: ۲۰۲۶ء (اشاعتِ اوّل)

اہتمام: اصغر علی جاوید

مشینی خطاطی: اشرف نقوی 0345-6352439

تعداد: ۵۰۰

قیمت: ایک ہزار روپے صرف

فرح پبلی کیشنز، طارق روڈ، شیخوپورہ

فون نمبر 0334-4005060

برادرِ محترم سیّد افتخار علی شاہ گیلانی

اور

انتہائی شفیق اور مہربان باجی سیدہ فرحت بخاری

کے نام

☆

آنکھوں سے رواں اشک ہیں اور لب پہ دُعا ہے
میں ہوں ، سفرِ شوق ہے ، طیبہ کی فضا ہے

کردار نہ اعمال کسی کام کے میرے
کرتے ہیں دعا آقاؐ ، مرے حق میں ، سُنا ہے

نادم ہوں گناہوں پہ حیا آتی ہے اُنؐ سے
آقاؐ کا مجھے آسرا محشر میں بڑا ہے

اُمّت پہ نظر کیجیے رحمت کی خدارا!
وحشت میں حضورؐ! آج کا انسان پڑا ہے

کچھ خوف نہیں قبر کا روبینہ مجھے اب
دیدارِ نبیؐ ہو گا یہ جس دن سے سُنا ہے

حُسنِ ترتیب

☆	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ: بُشریٰ فرخ (پرائیڈ آف پرفارمنس)	۹
۲	''جانبِ بطحا گزر کُن'' ایک مقدس سفر کی روداد: اشرف نقوی	۱۲
۳	جانبِ بطحا گزر کُن	۱۵
۴	روانگی	۱۵
۵	سعودی موبائل سم کا حصول	۱۷
۶	۲۷رمضان المبارک، پہلا عمرہ	۱۷
۷	مقامِ صلح حدیبیہ	۱۷
۸	کُدئی	۱۹
۹	صحنِ حرم	۲۰
۱۰	دیدارِ کعبہ	۲۰
۱۱	حجرِ اسود	۲۱
۱۲	مقامِ ملتزم	۲۲
۱۳	مقامِ ابراہیم	۲۳
۱۴	مقامِ صفاومروہ	۲۴
۱۵	رمضان المبارک کی انتیس وی شب (حرمِ کعبہ میں)	۲۵
۱۶	صحنِ حرم میں داخلے پر سختی، نمازیوں کے لیے علیحدہ راستے	۲۶
۱۷	حرمِ پاک کی چھت پر عبادت کی سعادت	۲۶
۱۸	مسجد الحرام میں عبادت کا منفرد منظر	۲۶
۱۹	عید الفطر کے دل فریب لمحات	۲۹

۲۰	جدہ کے ساحلِ سمندر پر	۲۹
۲۱	شہر املج روانگی	۳۰
۲۲	اُملج کے ساحلِ سمندر پر	۳۰
۲۳	اُملج کے ثقافتی میلے کی سیر	۳۱
۲۴	مدائنِ صالح	۳۴
۲۵	آج مدائنِ صالح کی حالت	۳۵
۲۶	مزاراتِ شہدائے بدر	۳۶
۲۷	یادگاری ستون (علامتِ بدر)	۳۶
۲۸	مسجدِ عریش	۳۷
۲۹	مقامِ بدر	۳۷
۳۰	بدر کے میدان میں اسلامی لشکر کی تعداد	۴۰
۳۱	مکی لشکر کی تعداد	۴۰
۳۲	بئر روحا	۴۴
۳۳	بئر اباب	۴۵
۳۴	مدینہ منورہ میں حاضری	۴۵
۳۵	مسجد نبوی میں حاضری	۴۶
۳۶	مسجد نبوی کا احاطہ	۴۷
۳۷	روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۴۷
۳۸	ریاض الجنہ	۴۷
۳۹	مکہ جانے کی تیاری	۴۹
۴۰	مکہ میں قیام	۵۱
۴۱	مکہ میں قیام کے دوران عمرہ	۵۳
۴۲	جبلِ ثور	۵۸

۴۳	زیارت جنت المعلیٰ	۶۰
۴۴	میدانِ عرفات	۶۱
۴۵	مسجدِ نمرہ	۶۳
۴۶	جبلِ رحمت	۶۳
۴۷	خطبۂ حجۃ الوداع	۶۳
۴۸	مزدلفہ	۶۵
۴۹	وادیِ محسر	۶۶
۵۰	مقامِ جمرات	۶۸
۵۱	مسجدِ فیض	۶۹
۵۲	غارِ حرا	۶۹
۵۳	مسجدِ شجرہ	۷۰
۵۴	مسجدِ جن	۷۱
۵۵	مدینہ روانگی	۷۲
۵۶	ریاض الجنہ میں حاضری	۷۵
۵۷	جبلِ اُحد	۸۰
۵۸	مزاراتِ شہدائے غزوۂ اُحد	۸۰
۵۹	مسجدِ قبا	۸۴
۶۰	بئر اریس	۸۵
۶۱	جنت البقیع	۸۷
۶۲	باب السلام	۸۸
۶۳	مدینہ میں قیام کا دوسرا دن	۸۸
۶۴	مسجدِ غمامہ	۹۱
۶۵	مسجدِ ابو بکر	۹۱

٦٦	مسجدِ علی	۹۲
٦٧	مسجد عمرِ فاروق	۹۲
٦٨	مسجدِ زِرہ	۹۲
٦٩	مسجد المستراح	۹۳
۷۰	مسجد الفسح	۹۳
۷۱	مسجد الفس	۹۴
۷۲	مسجد قبلتین	۹۵
۷۳	مسجد خندق اور دیگر مساجد	۹۶
۷۴	عتبان بن مالک کا گھر	۱۰۱
۷۵	مزرع الفقیر اور بئر الفقیر	۱۰۱
۷٦	مزرعۃ العالیہ	۱۰۳
۷۷	سفرِ طائف	۱۰۷
۷۸	طائف میں قیام اور روحانی مناظر	۱۰۹
۷۹	مسجد عداس	۱۰۹
۸۰	سوقِ عکاظ	۱۱۰
۸۱	شُریف اور الشفا، طائف	۱۱۰
۸۲	الوداعی عمرہ۔ طوافِ کعبہ	۱۱۱
۸۳	مکہ کلاک ٹاور	۱۱۲
۸۴	فلامانجومال پارک	۱۱۳
۸۵	سرزمینِ پاکستان	۱۱۴

پیش لفظ

انسان فطرتاً ایک مسافر ہے اور دُنیا میں اِس عارضی قیام کے دوران ہر انسان کو قریب یا دُور کسی نہ کسی علاقے کا سفر درپیش رہتا ہے۔ مطمعِ نظر چاہے سیاحت ہو، چاہے محض سیر و تفریح ہو، چاہے کوئی روحانی صفائی کا مقدس مقام ہو یا تاریخ کو کھنگالنا مقصود ہو۔ سفر سفر ویسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کا ذریعہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک اپنی قدرت کے آثار دکھاتا ہے۔

اِس مسافر خانۂ دُنیا میں گھومتے ہوئے جب انسان کو کسی خاص مقام کی زیارت کی توفیق عطا ہوتی ہے تو دل چاہتا ہے کہ جو روحانی مناظر آنکھ دیکھتی ہے وہ ساری دُنیا کو دِکھائے جائیں اور ایک لکھاری کے لیے قلم کی آنکھ سے دُنیا کو دِکھانا نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ یہی سب کچھ روبینہ بخاری کے دل نے بھی چاہا اور ان کے قلم نے ''جانبِ بطحا گُزر کُن'' کی رُوداد لکھنی شروع کر دی۔

یہ کتاب زمینی سفر کی رُوداد نہیں بلکہ رُوح کے سفر کی دستاویز ہے۔ یہ اُن ساعتوں کی آرزو ہے جن پر دل نے لبیک کہا اور جسم و روح اُن مقدس مقامات کی طرف کھنچے چلے گئے جہاں پر جانے کی طلب ہر مسلمان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا ہے۔ احرام کی دو چادروں میں لپٹ کر انسان جب پہلی نظر بیت اللہ شریف پر ڈالتا ہے تو رُوح کھنچ کر آنکھوں میں آجاتی ہے اور ساری دُنیا کہیں پیچھے، بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔ ہر قدم پر گناہ جھڑتے جاتے ہیں، اللہ کی رحمت نازل ہوتی جاتی ہے، ہر موڑ پر ایک نیا سبق ملتا رہتا ہے۔ خانہ کعبہ کا وجود ذاتِ باری تعالیٰ کی بڑائی سے آگاہ کرتا ہے۔ صفا مروہ کی سعی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ماں کی تڑپ کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ حجرِ اسود کا بوسہ یاد دلاتا ہے کہ یومِ الست آج بھی باقی ہے۔

روبینہ نے انھی پُرنور ساعتوں کو قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے مدینہ کی گلیوں میں، خانہ کعبہ کے اطراف میں جو سانسیں لی ہیں انھیں ایک سفر نامے میں بسا دیا ہے۔

''جانبِ بطحا گزر کُن'' میں نہ صرف وہ مناظر ہیں جو آنکھوں نے دیکھے بلکہ وہ جذبے بھی ہیں جو رُوح اور دل نے محسوس کیے۔ یہ اُن راستوں کی داستان ہے جو پاؤں سے چل کر نہیں بلکہ آنکھوں کے بل دِل کے قدموں سے طے کیے جاتے ہیں کہ یہ سفر صرف نقشے پر طے نہیں ہوتے، اکثر یہ باہر کے ساتھ ساتھ اندر کا سفر بھی شروع کرادیتا ہے جو طے کرنے کے بعد آدمی کو انسان بننے کے عمل سے گزارتا ہے اور یہ سفر صرف حج یا عمرے کا نہیں بلکہ عمر بھر کا وہ سفر ہوتا ہے جو بعض لوگ لمحوں میں طے کر لیتے ہیں اور بعض لوگ تمام زندگی گزار کر بھی طے نہیں کر سکتے۔

روبینہ کا یہ سفر صرف کاغذ کے چند اوراق نہیں، نہ ہی یہ مذہبی فریضہ ہے بلکہ یہ دل سے روح تک کی رُوداد ہے، ان جذبوں کی آواز ہے جنھوں نے بیت اللہ کے دروازے سے لے کر حجرِ اسود کو چومنے تک اور صفا و مروہ کی سعی سے لے کر مقامِ ابراہیمؑ تک اور روضۂ رسول ﷺ کی جالیوں کے منظر سے لے کر ریاض الجنہ تک ہر مقام پر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر کے اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کیا ہے۔

قارئینِ کرام! ایک اچھے سفر نامے کے چار ستون ہوتے ہیں، مشاہدہ، معلومات، مکالمہ اور احساسات، جن میں آنکھوں دیکھے مناظر، تاریخ، روایات، تہذیب اور مصنّف کا ذاتی ردِ عمل شامل ہوتا ہے۔ مصنّفہ نے یہ سب بیان کرنے میں کہیں بناوٹ سے کام نہیں لیا، بلکہ جو کچھ محسوس کیا اُسے بڑی دیانت داری سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا ہے۔

روبینہ اِس مقدس سفر سے نہ صرف روحانی طور پر مستفید ہوئیں بلکہ انھوں نے ایک سیاح کی نظر سے بھی دیکھا اور اپنے مشاہدات قلم بند کیے۔

اِس سفر نامے میں سعودیہ کے تمام تاریخی مقامات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ شہر اُملج جسے سعودی عرب کا مالدیپ بھی کہتے ہیں، یہاں کے سمندر کا ساحل، خصوصاً اِس شہر میں ثقافتی میلے کی جزئیات بڑی خوب صورتی سے بیان کی گئی ہیں۔

مکہ، مدینہ، جدہ، مدائنِ صالح کے آثارِ قدیمہ، قومِ ثمود کی وہ بستی جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا، مسجدِ عریش، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، مقامِ جمرات، مزاراتِ شہدائے بدر، جبلِ اُحد اور اس

کی مکمل تاریخ غرض کہ اِس کتاب میں پڑھنے، سیکھنے اور ایمان تازہ کرنے کے لیے بہت کچھ ملتا ہے۔انھوں نے ہر مقام اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے۔ آج کے دور میں جہاں سفرنامے تفریح کا باعث بنتے جارہے ہیں، یہ کتاب ہمیں ہر جگہ اللہ پاک کی قدرت کی کوئی نہ کوئی نشانی یاد دلاتی ہے۔

روبینہ کو اِس خوب صورت اور مکمل کتاب کی اشاعت پر دل سے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ دُعا ہے اللہ پاک ان کے اِس سفر کو قبول و منظور فرمائے، ان کے قلم کو برکت عطا فرمائے اور ہر پڑھنے والے کے دل میں حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا کرے۔ آمین

بشریٰ فرخ

پرائیڈ آف پرفارمنس

چیئرپرسن کاروانِ حوّا لٹریری فورم

محفلِ نعت پاکستان کے۔پی چیپٹر خیبر پختون خوا

''جانبِ بطحا گُزر کُن''

(ایک مقدس سفر کی رُوداد)

سفر نامے کی روایت کہاں سے چلی اس بارے میں یقین سے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن سفر نامے کی روایت میں جو نام سب سے پہلے ہمارے ذہن میں آتے ہیں اُن میں اِبن بطوطہ اور ابنِ خلدون شامل ہیں۔ اس کے بعد اگر اُردو سفر نامے کی روایت کا ذکر کیا جائے تو اس کی ابتدا ۱۸۴۷ء میں یوسف خان کمبل پوش کے سفر نامے ''عجائباتِ فرنگ'' سے ہوئی۔ اس لحاظ سے یوسف خان کمبل پوش اُردو کے پہلے سفر نامہ نگار مانے جاتے ہیں۔ ان کے بعد سر سیّد احمد خان، مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حسین احمد مدنی سفر نامے کی روایت کو آگے بڑھاتے نظر آتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد سفر نامے کا ادبی اور تاثراتی دور شروع ہوا جس میں ابن انشا، محمود نظامی، خواجہ احمد عباس کے سفر نامے نمایاں نظر آتے ہیں۔ سفر نامے کی روایت کو آگے بڑھانے اور بطور سفر نامہ نگار شہرت حاصل کرنے والوں میں سب سے نمایاں مستنصر حسین تارڑ نظر آتے ہیں۔

اُردو سفر نامے کی روایت کو بڑھانے میں جو خواتین نمایاں نظر آتی ہیں اُن میں بیگم اختر ریاض الدین، ادا جعفری اور سلمیٰ اعوان کے علاوہ متعدد خواتین رائٹرز شامل ہیں۔

سفر نامہ ادب کی وہ صنف ہے جس میں ایک سیاح اپنے تاثرات، مشاہدات، تجربات اور کیفیات بیان کرتا ہے اور جس ملک یا علاقے کا سفر کرتا ہے وہاں کی تاریخ، روایات اور ثقافت کے بارے میں معلومات بھی اپنے قاری تک پہنچاتا ہے۔ ایک اچھے سفر نامے کی خوبی یہ ہے کہ اس کے مطالعے سے قاری مذکورہ ملک یا علاقے کی تاریخی اور ثقافتی روایت سے شناسائی حاصل کرتا ہے اور اپنے آپ کو اُس ملک یا علاقے میں سفر نامہ نگار کے ساتھ سفر کرتا ہوا اور سیر کرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

روایتی سفر ناموں سے ہٹ کر تقدیسی سفر نامے بھی اُردو ادب میں تحریر کیے گئے، ممتاز

مفتی کا سفر نامۂ حج ’’لبیک‘‘ اس کی نمایاں مثال ہے۔ ڈاکٹر اشفاق احمد ورک کے دو سفر نامے ’’جو اماں ملی تو کہاں ملی‘‘ اور ’’تیرے عفوِ بندہ نواز میں‘‘ گزشتہ اور موجودہ دہائی میں شائع ہوئے۔

سیّدہ روبینہ بخاری کی پہچان ایک غزل گو اور نظم نگار شاعرہ، افسانہ نگار اور نعت گو شاعرہ کی ہے۔ ان کا نعتیہ مجموعہ کلام ’’اذنِ حضوری‘‘ ۲۰۲۴ء میں شائع ہو کر قارئینِ نعت سے داد و تحسین وصول کر چکا ہے۔ ان کی اگلی منزل سفر نامۂ حجاز ’’جانبِ بطحا گزر کُن‘‘ کی اشاعت ہے جو جلد ہی قارئین کے ہاتھ میں ہو گا۔

سیّدہ روبینہ بخاری نے نسائی سفر نامے کی روایت میں اضافہ کرتے ہوئے اپنے سفرِ حجازِ مقدس کی رُوداد ’’جانبِ بطحا گزر کُن‘‘ میں بیان کی ہے۔ انھوں نے یہ سفر ۲۰۲۲ء میں کیا تھا اور سعودی عرب کے مقدس شہروں جدہ، مکہ مکرمہ، طائف اور مدینہ منورہ کے علاوہ اُملج کا سفر بھی کیا تھا۔ وہاں جو کچھ انھوں نے مشاہدات کیے، جو کیفیات ان پر گزریں اور جو معلومات ان تک پہنچیں اُنھوں نے وہ سب قاری کے مطالعے کے لیے پیش کر دیں۔ ’’جانبِ بطحا گزر کُن‘‘ میں ہمیں سادگی، سلاست اور روانی کے ساتھ ساتھ تاریخی شعور کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔

ایک سچے مسلمان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اللہ کا گھر کی زیارت کرے، اُس کا طواف کرے، وہاں نمازیں ادا کرے اور عمرہ ادا کرے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں روضۂ رسول ﷺ کی زیارت، مسجدِ نبوی میں نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ وہاں کے مقدس مقامات کی زیارت بھی کرے۔ سیّدہ روبینہ بخاری نے بھی اسی خواہش کے ساتھ بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی اور خود پر گزرنے والی کیفیات، اپنے تجربات و مشاہدت کو نہایت سادہ انداز میں بیان کر دیا ہے۔ انھوں جس مقام کی بھی زیارت کی، اُس کی مختصر تاریخ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی اہمیت بھی بیان کر دی ہے۔ مثلاً میدانِ بدر اُحد کے میدان یا غزوۂ احزاب کے مقام کی زیارت کے ساتھ ساتھ ان غزوات کا تاریخی پس منظر، ان کی اہمیت اور وہاں پیش آنے والے واقعات بھی بیان کر دیے ہیں جن سے کتاب کی افادیت دو چند ہو گئی ہے۔ ’’جانبِ بطحا گزر کُن‘‘ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مصنفہ نے واقعاتی اندازِ بیان اختیار کیا ہے جس سے عام قاری بھی استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ

عازمینِ عمرہ کے لیے ایک گائیڈ کا کام بھی سرانجام دے سکتی ہے۔ میری دعا ہے کہ ان کی یہ کاوش بار گاہِ خداوندی اور دربارِ رسالت مآب میں قبولیت کا درجہ حاصل کرے اور اس کتاب کو اللہ ان کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اشرف نقوی

یکم جولائی ۲۰۲۶ء

جانبِ بطحا گذر کُن

ہر صاحبِ ایمان مسلمان کے دل میں یہ آرزو اور خواہش ضرور ہوتی ہے کہ اُسے اللہ کے گھر کی حاضری اور اُس کے پیارے رسول ﷺ کے درِ اقدس پر حاضر ہو کر درود و سلام پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو۔ سو میرے دل میں بھی یہ آرزو مدّت سے مچل رہی تھی کہ اللہ ہمارے لیے بھی اِس حاضری کا سبب بنائے۔ کہتے ہیں کہ لگن سچی ہو تو اللہ تعالیٰ اسباب بھی غیب سے پیدا کر دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس سفر کا سبب اِس طرح بنایا کہ میری بڑی بہن (سیدہ فرحت بخاری) اور بہنوئی (سید افتخار گیلانی) جو بسلسلہ ملازمت جدہ میں مقیم ہیں، چھٹی پر آئے ہوئے تھے۔ ایک روز ہم سے ملنے آئے تو اُنھوں نے خوش خبری سنائی کہ ہمارا اِرادہ ہے کہ سب بہنوں اور اور اُن کے میاں صاحبان کو عمرہ کروایا جائے۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ سب سے پہلے آپ لوگوں کو عمرہ کے لیے وِزٹ ویزہ پر بلایا جائے۔ اس سلسلے میں ہمیں ضروری کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ مکمل کرنے کے لیے کہا اور رمضان المبارک کے دوران ہی حجازِ مقدس کے لیے ہماری تیاری مکمل ہو گئی۔ میں چاہتی تھی کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اللہ کی گھر کی حاضری نصیب ہو جائے۔ جس کا ذکر میں نے افتخار بھائی سے کیا تو اُنھوں نے ٹکٹ اور ویزہ کا بندوبست کر دیا۔ میری ٹکٹ ۲۴/ رمضان المبارک کی کنفرم ہو گئی جب کہ اشرف نقوی صاحب (میرے میاں) کی ریٹائرمنٹ کے دن قریب تھے اور وہ چھٹی نہیں لے سکتے تھے اس لیے فیصلہ ہوا کہ میں پہلے روانہ ہو جاؤں گی جب کہ وہ ریٹائرمنٹ کی مصروفیت سے فراغت کے بعد جدہ پہنچ جائیں گے۔ سو میرا ٹکٹ ۲۵/ اپریل ۲۰۲۲ء کا کنفرم ہو گیا۔ جب کہ اشرف ۱۵/ مئی کو جدہ پہنچ گئے۔

روانگی:

۲۵/ اپریل ۲۰۲۲ء (۲۴ رمضان المبارک) وہ دن جب میں نے پاکستان سے سرزمین حجاز کی طرف دو ماہ کے قیام کی غرض سے رختِ سفر باندھا۔ دل میں شوق اور عقیدت کا عجیب عالم

تھااللہ اوراس کے محبوب کے گھر کامہمان بننے کی سعادت نصیب ہورہی تھی۔

رات ایک بج کر دس منٹ کی فلائٹ تھی لہٰذارات دس بجے بیٹے (سید حسنین احمد نقوی)اور دیور (سید مشرف حسین نقوی) کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچے۔ضابطے کی کاروائی کے بعد خاصہ ٹائم ویٹنگ ایریامیں گزارااور آخر کار جہاز نے اڑان بھری۔جہاز میں سوائے چند مسافروں کے باقی تمام لوگ عمرے کی نیت سے جارہے تھے یہی وجہ تھی کہ تمام مرد حضرات احرام میں اور خواتین عبایا پہنے ہوئے تھیں رات کے پچھلے پہر سفر کے دوران جہاز ذراسا بھی ڈولتا تمام حاجی با آواز بلند تسبیح و تلبیہ پڑھناشروع کر دیتے۔

مجھے ایسا محسوس ہورہاتھا گویامیں عالم ارواح میں ہوں اور میرے ارد گرد سفید لباس میں ارواح جمع ہیں۔ بہر حال صبح تقریباچھ بجے ہم جدہ ایئرپورٹ سے باہر نکل رہے تھے۔ایئرپورٹ پر میری بڑی بہن (باجی فرحت) بہنوئی (بھائی افتخار) اور بھانجا (سید حارث گیلانی) مجھے لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جدہ کی فضاؤں میں ایک لمبی سانس لی اور محسوس کیا کہ میں کعبہ کے بالکل قریب آچکی ہوں ایک عجیب سرشاری کاعالم تھا۔

باجی فرحت کی اقامت گاہ جو کہ جدہ میں ایئرپورٹ کے قریب ہی کچھ فاصلے پرواقع تھی۔ہم سب ان کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔میں دلچسپی سے گاڑی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ جدہ خوبصورت اور صاف ستھرا شہر ہے۔ کھلے روڈاور خوبصورت اونچی اونچی عمارات شہر کی جدت اور اسلامی فنِ تعمیر کاحسین امتزاج نظر آرہی تھیں۔

جدہ شہر: جدہ شہر مکہ مکرمہ کادروازہ کہلاتاہے۔یہ سعودی عرب کادوسرابڑاشہر ہے۔ جو کہ مکہ سے تقریبا۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔یہ بحر احمر کے کنارے واقع ہے۔یہاں کی وسیع و عریض سڑکیں ،بلند و بالاعمارات اور ساحلِ سمندر کی خوبصورتی قابل دید ہے۔ جدہ کے جس علاقے میں باجی فرحت کا گھرہے،وہ ''دراجاچوک'' کہلاتاہے۔ یہ اپنی انفرادیت کی وجہ سے مشہور ہے۔اس چوک میں ایک بہت بڑی سائیکل نصب ہے جسے، مقامی لوگ "بابا آدم کی سائیکل" کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔یہ سائیکل دراصل آرٹ کاایک نمونہ ہےاور جدہ کے ثقافتی ورثے کی عکاسی کرتی ہے۔اس کے ساتھ جڑی کہانیاں اسے اور دلچسپ بنادیتی ہیں۔ بعض

معصوم اوران پڑھ حاجی اسے واقعی حضرت آدم کی یادگار سمجھ کر وہاں پر باقاعدہ دعائیں مانگتے اور نوافل ادا کرتے نظر آئے۔ کچھ ہی دیر میں ہم گھر پہنچ گئے۔ سب نے ناشتہ کیا۔ باجی، بھائی اور حارث تینوں ملازمت پیشہ افراد ہیں، باجی فرحت نے میری وجہ سے آج چھٹی لی ہوئی تھی۔ افتخار بھائی اور حارث ناشتے کے بعد اپنے اپنے آفس چلے گئے باجی کہنے لگیں:

''تم ساری رات کی جاگی ہوئی ہو آرام کر لو، میں اپنے گھر کے کام سمیٹ لیتی ہوں۔''

سعودی موبائل سِم کا حصول:

شام کو بھائی افتخار اور باجی فرحت مجھے موبائل کی سم دلوانے کے لیے سم آفس لے گئے، یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی جس کا نام غالباً عزیزیہ مال تھا۔ یہاں پر مختلف آفسز بھی تھے اور ضروریات زندگی کے سامان کی خریداری کے لیے مارکیٹیں بھی۔ صفائی اس قدر تھی کہ فرش اور دروازوں کے شیشوں میں اپنی صورتیں دیکھی جا سکتی تھیں۔ دھول مٹی کا نام و نشان تک نہ تھا ۔ مکمل ایئر کنڈیشنڈ ماحول تھا۔ وہیں پر موبائل شاپس جن پر موبائل کا ہر طرح کا سامان بھی موجود تھا اور موبائل سمز بھی وہیں پر مل رہی تھیں۔ ماحول مکمل طور پر پاکیزہ محسوس ہو رہا تھا کیونکہ وہاں پر تمام خواتین مکمل حجاب اور عبایوں میں ملبوس تھیں اور سب کے سب عربی بول رہے تھے۔

سم خرید کر باہر گاڑی میں آ کر بیٹھے اور بھائی جان نے تینوں کے لیے سامنے موجود ایک دکان سے کافی منگوالی۔ اس کے بعد انہوں نے سم میرے موبائل میں ڈالی اور اُسے ایکٹیویٹ کیا۔ سعودی سم کے ذریعے ہمیں عمرے کے لیے سعودی حکومت سے اجازت لینا تھی۔ یہ ۲۶ رمضان کی رات (یعنی ستائیسویں رات) تھی۔ سم ایکٹیویٹ ہوتے ہی بھائی افتخار نے میرے موبائل سے میرے لئے اور اپنے اور باجی کے موبائل سے اپنے اور باجی فرحت کے عمرہ کے لئے اپلائی کیا اور الحمد للہ ستائیس رمضان یعنی اگلے روز ہی ہمیں عمرے کی اجازت مل گئی۔

۲۷ رمضان المبارک پہلا عمرہ:

ستائیس رمضان کو عمرے کے لیے رختِ سفر باندھنے سے پہلے افطاری تیار کر کے پیک کر لی گئی، جائے نمازیں، عمرہ کے دوران پڑھنے کے لیے دعاؤں کی کتابیں، تسبیحات اور پاسپورٹ وغیرہ چھوٹے بیگ میں رکھ لیے گئے، غسل کر کے مردوں نے احرام اور خواتین نے عبائے پہنے۔ عمرے کی نیت سے دو، دو رکعت نماز نفل ادا کی گئی اور تسبیح تلبیہ پڑھتے ہوئے گاڑی میں سوار ہوئے۔ باجی فرحت کے علاوہ میری دوسری بڑی بہن میمونہ (سیدہ میمونہ بخاری) بھی ہمارے ساتھ شریکِ سفر تھیں۔ باجی فرحت اور باجی میمونہ تقریباً بیس بائیس سال سے جدہ میں مقیم ہیں۔ سفر کے دوران ہم سب لوگوں کی زبان پر ذکر الٰہی، تلبیہ و تسبیحات جاری تھیں اور دل پاکیزہ جذبات سے لبریز تھے۔ رمضان المبارک کی ستائیسویں بابرکت شب یعنی لیلۃ القدر تھی۔ ابھی ہم مکہ مکرمہ کے راستے میں ہی تھے اور افطاری کا وقت ہو گیا، لہٰذا گاڑی ایک جگہ سڑک کے کنارے روکی گئی اور روزہ افطار کیا گیا۔

مقامِ صلح حُدیبیہ:

روزہ افطار کرنے کے لیے جس مقام پر گاڑی روکی گئی تھی، اُس کے بارے میں بھائی افتخار نے بتایا کہ یہ جگہ ''حدیبیہ'' ہے جہاں پہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس جگہ کی تاریخی اہمیت کے بارے میں سیرت النبیؐ پڑھنے والوں کو بخوبی اندازہ ہو گا۔۔ یہ وہی مقام تھا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عثمانِ غنیؓ کے قصاص کے لیے صحابہؓ کرام سے بیعت لی تھی جسے بیعتِ رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آپ ﷺ نے قریش کے ساتھ وہ تاریخی معاہدہ کیا تھا جو بعد میں فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ بھائی افتخار نے مزید بتایا کہ اس مقام پر پہلے صلح حدیبیہ کی یادگار کے طور پر ایک مسجد بھی موجود تھی، جس کا نام "مسجد الفتح" تھا جو بعد میں سعودی حکومت نے منہدم کر دی۔ اس مقام پر افطاری کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی اور نماز کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ کی جانب تسبیحات پڑھتے ہوئے دوبارہ سفر شروع ہوا۔

میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس جگہ کے چپے چپے پر سجدے ادا کروں کہ نہ جانے کون سے مقام پر میرے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم پڑے ہوں گے۔ وہاں کی مٹی چوموں کہ اس

مٹی نے میرے آقا کے قدم چومے ہیں۔ کچھ دیر کے سفر کے بعد ہم مکہ مکرمہ میں کُدئی کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے آگے جانے کے لیے اپنی گاڑی کو سٹینڈ پر لگا کر حرم شریف تک کا سفر ٹیکسی پر کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر جب حرمِ کعبہ میں رش بہت زیادہ ہو۔

کُدئی:

کُدئی حرم کعبہ سے تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر بلند وبالا پہاڑیوں کے درمیان گھری ہوئی وادی ہے مکہ کا کلاک ٹاور وہاں سے صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں پر باتھ روم اور وضو خانے بھی بنائے گئے ہیں۔ یہاں پر ایک مرتبہ پھر وضو کر لیا گیا اور وضو سے فارغ ہو کر سامنے سڑک پر ٹیکسی والے موجود تھے۔ ان سے کرایہ پوچھا گیا تو ڈرائیور نے ۱۰۰ ریال بتایا۔ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد افتخار بھائی نے بتایا کہ عام دنوں میں کدئی سے حرم کا کرایہ ۱۰ ریال لیا جاتا ہے۔ آج چونکہ ۲۷ رمضان المبارک ہے اور زائرین کا رش زیادہ ہونے کی وجہ سے کرائے بڑھا دیے گئے ہیں۔ اس پر ڈرائیور جو کہ شاید فلپائنی تھا عربی میں بھائی کو بتانے لگا کہ:

’’ہم لوگ بھی اپنے گھر والوں سے دور یہاں پر صرف کمائی کے لیے آئے ہوئے ہیں‘‘۔ اس نے کہا: ’’ابھی آپ لوگوں سے کچھ پہلے چند پاکستانی ۵۰ ریال کرایا طے کر کے میری گاڑی میں بیٹھے۔ مکہ پہنچنے پر جب کرایہ دینے کی باری آئی تو ان میں سے ایک شخص نے مسکراتے ہوئے جیب سے پاکستانی پچاس روپے کا نوٹ مجھے دیتے ہوئے کہا:

’’ہم لوگ پاکستان سے آئے ہیں، یہ دیکھیے اس پر ہمارے بابائے قائداعظم کی تصویر بھی ہے ہمارے پاس تو یہی ہے۔ آپ ۵۰ ریال کے بجائے یہ ۵۰ روپے رکھ لیں‘‘۔

یہ سن کر ہم سب کو بھی ہنسی آ گئی اور دکھ بھی ہوا کہ اس مبارک جگہ پر بھی ہمارے لوگ ہیرا پھیری سے باز نہیں آتے۔ ڈرائیور نے اپنی گاڑی کے ڈیش بورڈ کی طرف اشارہ کیا تو وہاں پر واقعی پاکستانی ۵۰ روپے کا نوٹ سجا ہوا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو بھائی افتخار نے بتایا کہ یہ نوٹ تو ایک ریال کے برابر بھی نہیں ہے۔ بہر حال ٹیکسی ڈرائیور بھی اتنا معصوم نہیں تھا۔ جیسے اس نے

۱۰ ریال کے بجائے بھائی افتخار سے ۱۰۰ ریال نکلوا لیے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ واقعہ ہم سب کے لیے باعث حیرت اور شرمندگی تھا کہ ایسے مقدس مقامات پر بھی ہمارے لوگ دھوکہ دہی سے باز نہیں آتے۔ کیا ان کے دل میں بالکل بھی خوف خدا نہیں ہے۔

صحنِ حرم:

کچھ ہی دیر میں ہم حرمِ پاک کے بیرونی صحن میں موجود تھے۔ رش بہت زیادہ تھا اور نماز عشاء کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ باجی فرحت میرا ہاتھ پکڑ کر عورتوں کی صفوں کی طرف بڑھیں نماز عشاء باہر صحن میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد ہم سب حرم کعبہ کی جانب بڑھے تو دل کی دھڑکن خود بخود تیز ہو گئی۔ لبوں پر ذکر الٰہی، استغفار اور آنکھوں سے اشک ندامت چھلکنے لگے۔

دیدارِ کعبہ:

جیسے ہی خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑی، پہلا دیدار نصیب ہوا تو دل کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ صرف دعائیں تھی اور میں تھی جبیں سجدوں کے لیے مچل رہی تھی۔ کعبۃ اللہ سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر دعائیں مانگی گئیں۔ اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر آبِ زم زم پیا اور تھوڑا تھوڑا چہروں پر لگایا۔ باجی میمونہ نے بتایا کہ آبِ زم زم کو آپ جس مقصد کے لئے استعمال کریں گے وہ ویسا ہی اثر کرے گا۔ چہرے پر لگائیں تو چہرہ پُر نور ہو جائے گا۔ بھوک میں پئیں گے تو بھوک مٹے گی اور زم زم خوراک کا کام کرے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ:

”روبینہ جب بھی آبِ زم زم پیو تو بسم اللہ کے ساتھ یہ دعا پڑھ کر پیو، یا اللہ! اس زم زم سے میری تمام روحانی، جسمانی بیماریاں دور فرما دے اور میرے دل کو دین کے نور سے روشن فرما دے۔ اس دل میں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت پیدا فرما دے۔ آمین۔“

پھر جس مقام سے طوافِ کعبہ کا پہلا چکر شروع ہوتا ہے، ہم نے حجرِ اسود کو اشارے سے بوسہ دیا۔ (کرونا کی وجہ سے غلاف کعبہ کو چھونے کی اجازت نہیں تھی) عمرہ شروع کرنے کی دعائیں پڑھیں۔ طواف کی نیت کی:

(اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طُوَافِ بَیْتِکَ الْحَرَامَ فَیَسِّرْہِ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ)

ترجمہ: ''اے اللہ عزوجل میں تیرے محترم گھر کا طواف کرنے کا ارادہ کرتی ہوں تو اسے میرے لیے آسان فرمادے اور میری جانب سے اسے قبول فرما''۔ (آمین)

حجرِ اسود:

اب ہم کعبے کی طرف منہ کیے اپنی سیدھی طرف تھوڑا سا چل کر حجر اسود کے ٹھیک سامنے آ گئے۔ جب پہلی بار میری نظر حجرِ اسود پر پڑی تو دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ یہ وہ مبارک پتھر تھا جو جنت سے زمین پر آیا اور جسے ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ نے کعبہ کی دیوار میں نصب کیا۔ غیر مستند روایات کے مطابق ابتدا میں یہ دودھ کی طرح سفید تھا لیکن انسانوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ میں بے تاب ہو کر اس کونے کی طرف بڑھی جہاں حجرِ اسود جڑا ہوا ہے۔ جنت سے نازل ہونے والا یہ وہ پتھر ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے مبارک لب رکھے تھے۔ آپ نے اسے بوسہ دیا تھا۔ میرے دل میں بھی وہی تمنا تھی وہی خواہش تھی کہ ایک بار اس مقام پر پہنچ کر اس کو بوسہ دوں مگر اس سال کرونا کے بعد کے حفاظتی انتظامات کی وجہ سے حجر اسود اور غلاف کعبہ کو چھونے پر پابندی تھی۔ سو میری یہ خواہش دل ہی میں رہ گئی۔ اُس وقت مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آیا:

> ''اللہ کی قسم قیامت کے دن حجر اسود کو زبان اور آنکھ دی جائے گی اور یہ اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے اسے حق کے ساتھ چوما''
>
> حوالہ: (جامع الترمذی، حدیث: ۹۶۱ کتاب: الحج)

ہم نے دُور ہی سے ہاتھ بلند کیے حجر اسود کی طرف اشارہ کیا اور دل میں بوسہ دے دیا۔ یہ وہ بوسہ تھا جو لبوں سے نہیں دل اور روح سے دیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ حجرِ اسود کے بوسے کو اصطلاح میں ''استلام'' کرنا کہا جاتا ہے۔

طواف کے آغاز اور اختتام پر جب لاکھوں فرزندانِ توحید ہاتھ اٹھا کر حجرِ اسود کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا بوسہ دیتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ہر دل اپنی بندگی کی تجدید کر رہا ہو۔ میرے لبوں پر بھی بے اختیار ذکرِ الٰہی اور درود و سلام جاری ہو گیا۔ دل میں یہ یقین جاگا کہ یہ مقدس

پتھر قیامت کے دن ضرور ان بندوں کے حق میں گواہی دے گا جنہوں نے اسے اخلاص و محبت سے چھوا یا بوسہ دیا ہو گا۔ یہ لمحہ میرے لیے بہت خاص تھا، بلکہ حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی کا اظہار تھا۔ میں نے جب حجرِ اسود کو دیکھا تو دل میں ایک عجیب سی طمانیت اور سکون اتر آیا، جیسے ربِ کریم اپنے در کے قریب کر رہا ہو۔۔۔۔میں نے دونوں ہتھیلیاں اس طرح کانوں کی طرف اٹھائیں کہ ان کا رخ حجر اسود کی طرف رہے اور پھر پڑھا (بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللهُ اَكْبَرْ،وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ) ترجمہ:

’’شروع اللہ عزوجل کے نام سے اور تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں اور اللہ عزوجل بہت بڑا ہے اور اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود وسلام ہوں۔‘‘

یہ دعائیں پڑھ کر طواف شروع کیا۔باجی فرحت نے دعاؤں کی کتاب دی ہوئی تھی۔ جس میں ہر چکر کی علیحدہ علیحدہ دعائیں تحریر تھیں۔ان دعاؤں کے ساتھ ساتھ اس لمحے اور بھی دنیا و آخرت کی بے شمار دعائیں اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے مانگیں اس یقین کے ساتھ کہ سوہنا رب یہاں پر مانگی گئی دعاؤں کو کبھی رد نہیں کرتا۔ کچھ ہی دیر میں طواف کے سات چکر مکمل ہو گئے اور عمرے کا ایک رکن ادا ہو گیا(الحمدللہ)۔

مقامِ ملتزم:

ملتزم کعبۃ اللہ کا وہ حصہ ہے جو بابِ کعبہ اور حجر اسود کے درمیان واقع ہے۔ مقام ملتزم پر کی گئی دعائیں رد نہیں ہوتیں۔اس کے قریب جانے کی اجازت اس سال نہ تھی مگر کچھ فاصلے سے میں باب کعبہ اور دیوار ملتزم کو نظروں سے چومتی رہی اور دل ہی دل میں بے شمار دعائیں مانگتی رہی۔ ساتھ ساتھ اس بات پر اپنے رب کا شکر ادا کرتی رہی کہ اس نے مجھے اس مقام پر دعائیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائی جہاں ہزاروں برس سے انبیاء واولیاء کرام اور بزرگان دین دعائیں مانگتے اور عبادت کرتے رہے ہیں۔

طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد مقامِ ملتزم پر خوب دعائیں مانگی گئیں اور اب مقامِ ابراھیم پر دو نفل ادا کرنا تھے۔

مقام ابراہیم:

مقام ابراہیم وہ مبارک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ یہ پتھر آج بھی محفوظ ہے اور مسجد الحرام میں خانہ کعبہ کے بالکل سامنے کعبے کے دروازے والی سائیڈ پر شیشے کے گنبد میں محفوظ کیا گیا ہے اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مقام کو ایک عظیم نشانی قرار دیا ہے:

''اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں ان میں سے ایک مقام ابراہیم ہے۔''

(سورۃ آل عمران:۹۷)

یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھاتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کے اندر ان کے قدموں کے نشان محفوظ فرما دیئے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔''(سورہ البقرہ:۱۲۵)

اسی آیت کی روشنی میں طوافِ کعبہ مکمل کرنے کے بعد اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

''اے اللہ مجھے توحید میں ابراہیم کے پیروکاروں میں سے بنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شفاعت پانے والوں میں شامل فرما اور مجھے مقام ابراہیم کے پاس خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔''

ہم نے بھی اسی انداز میں دعا مانگی اور سنت کے مطابق دو نفل اس طرح ادا کیے کہ پہلی رکعت میں ''سورہ فاتحہ'' کے بعد ''سورۃ الکافرون'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ الفاتحہ'' کے بعد ''سورہ اخلاص'' پڑھی ۔نفل ضروری نہیں کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہی پڑھے جائیں اگر عازمینِ عمرہ وحج کی بھیڑ زیادہ ہو تو حرم کے اندر کسی بھی جگہ یہ نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں۔ نفل ادا کرنے کے بعد ہم سب نے دعا مانگی:

''اے اللہ میرے اگلے، پچھلے، چھپے، کھلے تمام گناہ معاف فرما میرے طواف کو قبول ،سعی کو بابرکت بنادے اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ آمین یارب العالمین۔''

آج ستائیس رمضان المبارک اور شب قدر کی رات تھی۔ اِسی وجہ سے حرمِ کعبہ میں بہت زیادہ رش تھا۔ باجی فرحت ہمیں لے کر اوپر برآمدے میں آ گئیں جہاں پر ہم لوگوں نے نماز تراویح باجماعت ادا کی۔ اس جگہ پر نماز کی نیت کرنے کا اپنا ہی مزا تھا۔ سامنے اللہ کا گھر موجود تھا اور اس کی طرف رُخ کر کے نمازیں اور نوافل ادا ہو رہے تھے۔ ہر طرف اللہ کی رحمتیں بارش کی طرح برس رہی تھیں۔

مقام صفا، مروہ:

نوافل کے بعد صفا و مروہ کا دیدار اور پھر دعاؤں کے ساتھ سعی شروع ہوئی۔ ایک جم غفیر تھا۔ ہر کوئی اللہ کے حضور دُعاؤں اور ذکر واذکار میں مشغول۔ کوئی آہستہ آہستہ پکارتا ہوا اور کوئی با آواز بلند اپنے رب کو پکارتا ہوا سعی میں مشغول تھا۔

سعی کے دوران میرے ذہن میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت بی بی ہاجرہ سلام اللہ علیہا جو اپنے شیر خوار، چھوٹے سے بچے کے ساتھ اکیلی اس بے آب و گیاہ پتھریلی اور گرم تین وادی میں موجود تھیں۔ ارد گرد خوفناک خاموشی، ہُو کا عالم، ریگستان اور اونچے اونچے پہاڑ، دن تو جیسے تیسے گزر جاتا ہو گا، رات کو کیسا خوف کا عالم اور گھبراہٹ طاری ہوتی ہو گی۔ عام انسان تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سارے واقعات ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ خیال آ رہا تھا کہ آج یہ جگہ کتنی بارونق اور انسانوں سے بھری ہوئی ہے، اُس وقت کیا عالم ہو گا۔

حضرت بی بی ہاجرہ کے لیے وہ لمحے کتنے کٹھن ہوں گے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بلک رہے ہوں گے۔ اس وقت اماں ہاجرہ کی بے چینی اور تکلیف کا اندازہ کرنا عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ بچے کو گرم زمین پر لٹا کر صفا اور مروہ کے درمیان بے قراری سے پانی کی تلاش میں چکر کاٹنا اور کبھی صفا اور کبھی مروہ پر چڑھ کر پانی تلاش کرنا۔ ان کی بے چینی کا کیسے کوئی اندازہ کر سکتا ہے سوائے رب العزت کے۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے زم زم کا جاری ہونا، اللہ تعالی کی رحمتوں کا جوش میں آنا، یہ سب کچھ میں چشمِ تصور سے دیکھ رہی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا حضرت اسماعیلؑ کو قربانی کے لیے ساتھ لے کر جانا، راستے میں شیطان کا حضرت اسماعیل کو بہکانے کی کوشش کرنے کا واقعہ، اور مکہ کا آباد ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ کے حکم پر بیت اللہ کی تعمیر اور اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسلِ پاک سے تاج دارِ انبیاء حضور نبی اکرم محمد ﷺ کی مکہ میں پیدائش، آپ کا بچپن، جوانی میں ہی صداقت و دیانت کے قصے آپ ﷺ کے سارے مکی دور سے لے کر ہجرت مدینہ اور پھر فتح مکہ تک جانے کیا کیا کچھ یاد آیا۔ میں اپنے پروردگار کو ان تمام انبیاء کرام کے واسطے دے دے کر (بزعمِ خود) راضی کرتی اور دعائیں مانگتی رہی۔

سعی کے سات چکر پورے ہوئے ہم نے جی بھر کر زم زم پیا۔ باجی فرحت نے اپنے اور میرے بالوں کی ایک چھوٹی سی لٹ قینچی سے تراشی۔ اس کے بعد شکرانے کے نوافل ادا کیے گئے اور نوافل کے بعد ایک مرتبہ پھر دل کھول کر دعائیں مانگیں۔

الحمدللہ عمرہ مکمل ہوا اور اب جدہ کی طرف روانگی کا سفر شروع ہوا۔ راستے میں کافی پی گئی اور کھانے کے لیے کچھ چیزیں لی گئیں۔ رات تقریبا دو بجے گھر واپس پہنچے۔ سب تھکے ہوئے تھے، اِس لیے جلد ہی سو گئے۔

صبح باجی فرحت، بھائی افتخار اور حارث اپنی اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔ اگلا پروگرام یہ تھا۔ کہ 28ویں روزے کو گھر پر آرام کیا جائے اور ۲۹ ویں شب کو نماز عشاء اور تراویح و ختم قرآن میں حرمین شریفین میں شامل ہوا جائے۔ یہ میرے لیے خوش بختی اور بڑی سعادت کی بات تھی۔

رمضان المبارک کی ۲۹ ویں شب (حرم کعبہ میں):

۲۹ رمضان المبارک کی رات وہ مقدس رات تھی جس میں عبادت کا لطف اور روحانی کیفیت اپنے عروج پر تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ہم حج کے اجتماع میں شامل ہیں۔ گلیاں، سڑکیں، مسجد کے تمام برآمدے اور صحنِ حرم گویا کہ ہر گوشہ عازمینِ عمرہ و حج سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف لوگوں کا جم غفیر تھا۔ گویا انسانوں کا سیلاب تھا ہر طرف اور ہر ایک کا بس ایک ہی مقصد تھا، اللہ کی عبادت، دعائیں، اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ ریز ہونا اور

اپنے رب کو راضی کرنا۔

صحنِ حرم میں داخلے پر سختی، نمازیوں کے لئے علیحدہ راستے:

جب ہم حرم شریف پہنچے تو شرُطے (سیکیورٹی اہلکار) صحن حرم میں داخلے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ صحنِ حرم کو صرف احرام میں ملبوس عمرہ زائرین کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ جبکہ صرف نماز، تراویح یا ختم قران کی دعا میں شرکت کے لیے آنے والوں کے لیے الگ راستے مخصوص کیے گئے تھے۔ نمازیوں کو حرم پاک کے صحن کی بالائی چھت کی طرف بھیجا جا رہا تھا۔ ہمیں بھی صحنِ حرمِ پاک میں جانے کی اجازت نہ ملی اور سب سے اوپر والے فلور کی طرف بھیج دیا گیا۔ اگرچہ دل میں ایک لمحے کے لیے خواہش پیدا ہوئی کہ کاش بیت اللہ کے سامنے عبادت کا موقع ملتا، لیکن اللہ تعالی کی طرف سے جو راستہ ملا وہ بھی اپنی برکتوں میں کسی طرح سے کم نہ تھا۔

حرمِ پاک کی چھت پر عبادت کی سعادت کا لطف:

باجی فرحت نے بتایا کہ حرم کی چھت عام دنوں میں عبادت کے لیے نہیں کھولی جاتی۔ یہ سعادت پورے سال میں صرف ۲۹ویں رمضان کو نصیب ہوتی ہے تو دل میں اللہ رب العزت کی شکر گزاری اور بڑھ گئی۔ یہ بات جان کر احساس ہوا کہ ہم کتنے خوش نصیب تھے کہ اللہ تعالی نے ہمیں صحن حرم میں بالکل کعبہ کے سامنے بھی نماز و نوافل پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور سب سے اوپر والی چھت پر بھی۔

مسجد الحرام میں عبادت کا منفرد منظر:

اوپر پہنچ کر ایک عجیب روح پرور منظر اور سکون محسوس ہوا نیچے کے ہجوم سے ہٹ کر یہاں ایک الگ سی خلوت اور قرب الٰہی کا احساس ہوا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے زمین اور آسمان کے درمیان صرف دعا کی روشنی ہو اور ہم اللہ رب العزت کے اور قریب ہو گئے ہوں۔ چھت پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پنکھے لگے ہوئے تھے اور آبِ زم زم کا بھی وافر انتظام تھا۔ مردوں اور

عورتوں کی گروپوں کی شکل میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ نماز عشاء کے بعد نماز تراویح ادا کی گئی۔ آخری رکعت کے ساتھ ہی امامِ کعبہ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس صاحب نے ختم قرآن کی دعائیں شروع کیں۔امام صاحب کے رقت آمیز لہجے اور مجمع کی آمین کہنے سے لگ رہا تھا کہ رب اور بندے کے درمیان کوئی شے حائل نہیں ہے۔

یوں محسوس ہو رہا تھا کہ پورا مکہ رحمتوں کی برسات میں بھیگ رہا ہے اور یہ لمحات واقعی ناقابل فراموش ہیں۔ دعا کے دوران آنکھوں سے آنسو رواں تھے ،دل پگھل رہا تھا اور ہر شخص اپنے گناہوں کی بخشش اور مغفرت طلب کر رہا تھا۔اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا احساس دل میں اتر رہا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ ایک نور کے ہالے میں ہم سب سمائے ہوئے ہیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ یہ لمحے کبھی ختم نہ ہوں۔ دعا کے بعد مصلے سے اٹھ کر جو صحن حرم پر نظر پڑی تو پورا صحن حرم، طواف کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ لاکھوں لوگ طواف میں مصروف تھے۔دل کی گہرائیوں میں ایک ناقابل بیان سرور اترتا چلا گیا۔

چھت پر بھی نمازیوں کا جم غفیر تھا۔ نماز اور دعائے ختم القرآن کے بعد اب سب لوگ واپسی کر رہے تھے۔ رش کی وجہ سے چھت سے نیچے اترنا بھی کسی امتحان سے کم نہ تھا انسانوں کا اتنا بڑا ہجوم میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ الیکٹرک سیڑھیاں حرم پاک میں ہر جگہ موجود ہیں۔انہی کے ذریعے اوپری چھت سے نیچے والی چھت پر آئے اور پھر وہاں سے لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچے۔اس کے بعد صحنِ حرم سے بھی نیچے تہہ خانے کی طرف سے سیڑھیوں کے ذریعے گئے تو یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ حرم کے نیچے بھی باقاعدہ دکانیں، گاڑیاں، بسیں اور بس سٹاپ تھے اور بس سٹاپ پر شرطے (پولیس سارجنٹ) کھڑے ہوئے تھے۔ وہ باری باری ایک خاص تعداد میں لوگوں کو آگے جا کر گاڑیوں میں بیٹھنے کی اجازت دے رہے تھے۔ایک بس روانہ ہوتی تو دوسری بس کے لیے لوگوں کو آگے بھیجتے۔ لیکن رش اس قدر تھا کہ اللہ ہی اللہ اور اس وقت ہر کوئی یہ چاہ رہا تھا کہ جلد از جلد اس رش سے باہر نکلے ہر ملک کے لوگ وہاں پر جمع تھے۔ خاص کر افریقی تو ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس جگہ پر حبس اور گرمی بھی خاصی تھی۔ مجھے وہاں پر کھڑے ہوئے زمین موم کی

طرح نرم اور لچکدار محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ وہ سخت پتھریلی جگہ تھی واللہ عالم، مجھے کیوں اتنی نرم محسوس ہو رہی تھی؟ اللہ اللہ کر کے ہمیں بھی دو تین حبشی، حبشنوں کا دھکا لگا اور ہم بھی اس رش سے باہر نکلے اور بس میں آ کر بیٹھے۔ بس آرام دہ تھی اور ایئر کنڈیشن آن تھا۔ جان میں جان آئی۔ بس نے ہمیں کُدئی سٹاپ پر اتارا۔ وہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھے اور جدہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں کافی پی اور تھوڑا بہت کھانا کھایا۔

راستے میں بھائی افتخار نے بتایا کہ ان کے تین بھانجے ریاض سے آ رہے ہیں۔ اب تک وہ بھی گھر پہنچ چکے ہوں گے۔

میں نے حیرت سے پوچھا:

''کیا اتنے لمبے سفر کے بعد وہ گھر کے باہر ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے؟''

بھائی نے ہنس کر بتایا:

''نہیں وہ گھر کے اندر انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے گھر لاک کر کے چابیاں باہر دروازے کے فٹ میٹ کے نیچے رکھ دی تھیں اور انہیں بتا دیا تھا تو انہوں نے دروازہ کھول لیا ہو گا۔

حسب معمول آج رات بھی ہم لوگ ڈیڑھ دو بجے گھر پہنچے۔ مہمان آئے ہوئے تھے لیکن سبھی تھکے ہوئے تھے، اس لیے آرام کرنے کی غرض سے سب لیٹ گئے۔

اگلے روز یعنی ۳۰ رمضان المبارک کو دوپہر کے وقت بھائی افتخار کی بھتیجی اپنے شوہر، دیور اور ایک بہت پیاری سی بچی کے ساتھ املُج شہر سے جدہ آ گئے۔ گھر میں ماشاءاللہ خوب رونق اور چہل پہل ہو گئی۔ رات کو میری دوسری بہن میمونہ اپنی بیٹی (امیمہ) اور شوہر (سلمان لطیف) کے ساتھ آ گئیں۔ باجی فرحت کہنے لگیں: '' گھر کے قریب ہی شاپنگ مال ہے وہاں پر چلتے ہیں اور عید کے لئے کچھ شاپنگ کر کے آتے ہیں۔'' اب ہم سب نے جلدی جلدی افطاری کی تیاری کی، روزہ افطار کیا، نماز پڑھی اور شاپنگ کے لیے نکل گئے۔ یہ ایک خوبصورت شاپنگ مال

تھا جو کہ باجی فرحت کے گھر سے بہت قریب تھا جہاں پر ایک ہی چھت کے نیچے ضروریاتِ زندگی کی تقریباً تمام چیزیں موجود تھیں۔ وہاں سے سب نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق چیزیں لیں اور گھر واپس آئے۔ رمضان المبارک کے تیس دن مکمل ہو چکے تھے اور اگلی صبح عید تھی۔

عید الفطر کے دلفریب لمحات:

عید کی خوشیاں ہمیشہ سے ہی خوشگوار اور یادگار لمحات لے کر آتی ہیں، مگر اس بار کی عید کچھ خاص تھی۔ دن بھر ہنسی مذاق اور روایتی پکوانوں کی خوشبو نے گھر مہکایا ہوا تھا۔ شام کے وقت حارث نے کہا آج شام کا کھانا گھر میں نہیں، بلکہ سمندر کنارے بیٹھ کر کھایا جائے۔ یہ سوچ کر ہی سب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جلدی جلدی تمام کھانے کو خوبصورتی سے پیک کیا گیا۔ خوشبودار بریانی، چکن کڑاہی، روٹیاں، تکے، بوتلیں، شیر خورمہ سب کچھ بڑے اہتمام کے ساتھ پیک کیا گیا۔ پھر سب گاڑیوں میں بیٹھے اور سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیسے ہی ہم ساحل سمندر پر پہنچے، ایک دلفریب منظر ہمارا منتظر تھا۔

جدہ کے ساحلِ سمندر پر:

سورج آہستہ آہستہ سمندر کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا۔ آسمان نارنجی اور سنہری رنگوں میں رنگا ہوا تھا۔ اور سمندر کی لہریں نرم نغموں کی صورت میں کناروں کو چھو رہی تھیں۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی جو عید کی اس شام کو خوبصورت بنا رہی تھی۔ عید کی وجہ سے ساحلِ سمندر پر کافی ہجوم اور گہما گہمی تھی۔ جدہ کے ساحلِ سمندر پر سرسبز گھاس، جگہ جگہ کھجور کے درخت اور خوبصورت رنگین بینچ موجود تھے۔ نرم نرم گھاس پر چادر بچھائی، کھانے کے برتن نکالے اور سب نے مل کر دستر خوان سجایا۔ سمندر کی تازہ ہوا، بہن بھائیوں اور عزیزوں کی موجودگی، اور سمندر کی لہروں کی آواز کے ساتھ ساتھ سب کی خوش گپیاں، اور ہنسی مذاق، کھانے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ لیکن مجھے حیرت تھی کہ اتنے سبزہ اور پانی کے باوجود رات کی لائٹنگ میں کھانا کھاتے ہوئے کسی مچھر، مکھی یا گھاس پر کسی کیڑے، مکوڑے کا کوئی وجود نہیں تھا۔ بڑا صاف ستھرا ماحول تھا۔ یہ عید ہمیشہ یاد رہے گی۔ زندگی کی خوبصورت اور حسین شام بن کر۔ کیونکہ اس مرتبہ ہم

نے خوشیوں کو چار دیواری میں قید نہیں کیا بلکہ سمندر کی وسعتوں میں آزاد کر دیا تھا۔

عید سے اگلے روز بھائی افتخار کی بھتیجی شہر بانو کے اسرار پر پروگرام بنا کہ رات کو املج کا سفر کیا جائے۔ ایک دن املج شہر میں گزار کر اگلے روز مدینہ میں حاضر ہوا جائے۔

شہرِ اُملج روانگی:

جدہ اور اُملج کے درمیان تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے جس کو طے کرنے میں تقریباً پانچ سے چھ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ اُملج سعودی عرب کے صوبہ تبوک میں مغربی ساحل پر واقع ایک خوبصورت ساحلی شہر ہے جو بحیرہ احمر کے کنارے واقع ہے۔ یہ اپنی صاف ستھری سفید ریت، نیلے پانی، خوبصورت جزیروں اور مرجان کی چٹانوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہاں سیاحتی سرگرمیاں جیسے کشتی رانی، غوطہ خوری اور ساحلی تفریح موجود ہے۔

اسے سعودی عرب کا ''مالدیپ بھی کہا جاتا ہے۔ عید سے اگلے روز منگل کی شام کو ہم سب اُملج کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ طویل مگر خوشگوار اور آرام دہ اسی لیے تھا کہ روڈ بہت کشادہ اور صاف ستھرے تھے ۔ گرمی شدید ہونے کے باوجود گاڑیاں، گھر، ہوٹل سب ایئر کنڈیشنڈ تھے۔ راستے میں ایک دو جگہ کھانا کھانے اور کافی پینے کے لیے رکے۔ اکثر سعودی ہوٹلز میں سٹنگ دو طریقے کی دیکھنے کو ملی۔ ایک تو ڈائننگ ٹیبل اور چیئرز کے ساتھ اور دوسرے کارپٹڈ رومز فلور سیٹنگ یعنی نیچے فرشی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے کے لیے۔ رات لیٹ نائٹ اُملج پہنچے ۔ گھر بہت خوبصورت اور بالکل سمندر کے کنارے تھا، جس کی کھڑکیوں سے باہر ٹھاٹھیں مارتا نیلا سمندر نظر آتا تھا۔ اتنا حسین منظر اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ صبح شہر بانو اور ان کے شوہر نے کہا کہ آج ہم آپ سب کو اپنے شہر کی سیر کروائیں گے۔

اُملج کے ساحلِ سمندر پر:

صبح ناشتے کے بعد پروگرام بنا کر ساحلِ سمندر پر کچھ وقت گزارنے کے لیے سب تیار ہوئے۔ گھر کے باہر سامنے ہی سمندر تھا۔ بہر حال گاڑی میں بیٹھے اور شہر کے ساتھ ساتھ پوری ساحلی پٹی کی سیر کروائی گئی اور پھر ایک ہٹ کے قریب گاڑی روک کر وہاں کچھ دیر قیام کیا

گیا۔ شہر کے ساتھ ساتھ جتنی بھی ساحلی پٹی تھی وہاں پر رنگ برنگے بینچ، بچوں کے لیے سلائیڈز، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ہٹ بنائے گئے تھے جن پر کسی قسم کی کوئی ٹکٹ یا کرایہ نہیں تھا۔ ہر طرف ایک دل فریب منظر پھیلا ہوا تھا۔ نیلے سمندر کا شفاف پانی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ نرم ریت پر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سکون بخش رہے تھے۔

ساحل کے کنارے قطار در قطار کھجور کے سرسبز درختوں نے ماحول کو مزید خوبصورت بنا دیا تھا۔ اس خوبصورت اور پر سکون ماحول میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ ڈوبتا ہوا سورج ساحل سمندر کو اور بھی خوبصورت اور ہر چیز کو سنہرا بنا رہا تھا۔ شام ڈھلنے لگی تو شہر بانو کے شوہر نے کہا کہ چلیں آپ کو اپنے چھوٹے سے شہر کے بازار دکھاتے ہیں املج ایک بہت چھوٹا سا شہر ہے۔ تقریباً آدھ گھنٹے میں ہم نے پورے شہر کا چکر لگا لیا۔ پھر شہر بانو اور ان کے شوہر (پرنس) ہمیں ایک ہوٹل میں لے گئے۔ املج کی سی فوڈز مشہور ہیں اور شوق سے کھائی جاتی ہیں۔ ہوٹل کی انٹرنس پر ہی ایک کمرہ تھا جہاں پر مختلف سائزوں اور رنگوں کی مچھلیاں آدھی آدھی برف میں دبی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

ہم سب ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر میں ہمارے سامنے دو بڑے بڑے تھال چاولوں سے بھرے ہوئے پیش کئے گئے۔ ان کے اوپر دو دو بڑے سائز کی نیلے رنگ کی چمکتی ہوئی آنکھوں اور کھال والی مچھلیاں سجی ہوئی تھیں۔ پھیکے چاول اور ہلکا نمکین گوشت ساتھ میں دو قسم کی چٹنیاں تھیں سب نے مزے لے کر یہ کھانا کھایا۔ ایک تھال میں سب مردوں نے اور ایک تھال میں سب خواتین نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ باجی فرحت نے بتایا کہ یہ سعودیہ کا روایتی پکوان ہے جس کا نام ''کبسہ'' ہے۔ اس میں چاولوں کو دار چینی، الائچی، ادرک اور زعفران وغیرہ کے ساتھ پکایا جاتا ہے۔ یہ پکوان سعودی عرب کی ہر دعوت، اجتماع اور خوشی کے موقع پر پیش کیا جاتا ہے۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو شہر بانو اور ان کے شوہر پرنس نے کہا کہ املج میں چند دن کے لیے ایک سعودی ثقافتی میلہ لگا ہوا ہے، آپ سب کو اس کی سیر کرواتے ہیں۔

اُملج کے ثقافتی میلے کی سیر:

یہ ثقافتی میلہ ایک بہت بڑی عمارت کے اندر منعقد کیا گیا تھا۔شاید اس کی کوئی انٹری فیس بھی ہو (واللہ عالم)۔اس عمارت کے اندر گئے تو اس عمارت کے تین اطراف میں کمرے اور درمیان میں کافی بڑا کھلا احاطہ تھا۔دیواروں پر بڑے بڑے فلیکس شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی تصویروں کے لگے ہوئے تھے۔ ویسے پورے سعودی عرب میں میں نے اگر کہیں پر بھی کوئی تصویر دیکھی تو صرف اور صرف شاہی خاندان کی اور ان میں بھی سب سے زیادہ بادشاہ وقت شاہ سلمان اور ولی عہدِ سلطنت شہزادہ محمد بن سلمان کی تصویریں دیکھیں۔چاہے کوئی شاپنگ مال ہو یا روڈ، کوئی دکان ہو یا کوئی بھی عمارت، صرف شاہ سلمان اور شہزادہ محمد بن سلمان کی تصاویر آویزاں نظر آتی ہیں۔ کھلے احاطے یا صحن میں ایک طرف میوزیکل شو جاری تھا،جہاں عربی سنگر میوزک انسٹرومنٹ کے ساتھ عربی نغمے گا رہے تھے ۔ کمروں کے آگے برآمدے تھے۔برآمدوں میں ٹیبل لگا کر کافی، قہوہ اور آئس کریم وغیرہ کے سٹال سجائے گئے تھے۔

ہم ایک بڑے سے داخلی دروازے سے داخل ہو کر بائیں طرف کے پہلے کمرے میں آئے تو وہاں پر سعودیہ کی ''آثار قدیمہ'' کے نوادرات نظر آئے۔ان میں پرانی کشتیاں، سمندری چھوٹے بڑے سیپیوں کے خول، جال، پرانے زمانے کے بڑے بڑے برتن، تیر، تلواریں، ڈھالیں، ترازو، باٹ وغیرہ اور ایک دیوار کے ساتھ کمرے میں پرانے ٹی وی ،ٹیلی فون اور وی۔سی۔آر وغیرہ بھی آثار قدیمہ میں رکھے گئے تھے۔

دوسرے کمرے میں ہاتھ سے تیار کیے گئے فن پارے تھے یعنی مختلف قسم کے گفٹ پیک ڈبے جو مختلف سائز میں تھے، کی چینز ،پینٹنگز، چھوٹے چھوٹے مٹی کے شو پیس، جن میں سعودی کلچر دکھایا گیا تھا۔جیسے کہ چھوٹے چھوٹے مجسمے جن میں سعودی لوگوں کا کلچر،یعنی کہیں اونٹوں کے ساتھ افراد کے مجسمے، کہیں استاد اور بچے قرآن پڑھتے ہوئے، کہیں مجسمے مزدوری کرتے ہوئے بنائے گئے تھے،اسی طرح سعودی عورتوں کے چھوٹے چھوٹے مجسمے گھریلو کام کرتے ہوئے بنائے گئے تھے۔ علاوہ ازیں مختلف ڈیکوریشن پیس بھی نمائش کے لیے رکھے گئے تھے۔

تیسرے کمرے میں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہاں پر سعودی لڑکیاں ایک چھوٹی سی مشین لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ دو دو تین تین ریال میں ''لچھے'' (جو ہمارے بچپن میں گلیوں میں

بکتے تھے) بیچ رہی تھیں۔

چوتھے کمرے میں ایسا لگتا تھا کہ ہم پرندوں کی دکان پر آگئے ہیں۔ وہاں پر بے شمار قسم کے چھوٹے بڑے طوطے، عقاب، چڑیاں وغیرہ رکھی گئی تھیں۔

پانچویں کمرے میں خرگوش، بلیاں اور ایک دو بندر جن کو پیمپرز لگائے گئے تھے اور فراکیں پہنائی گئی تھیں، تماشے دکھا رہے تھے۔

چھٹے کمرے میں خواتین کی خریداری کے لیے کنگھے، پنیں، پونیاں، ہینڈ بیگ، جولری وغیرہ رکھی گئی تھی۔

ساتویں کمرے میں خواتین اور بچیوں کے لیے ریڈی میڈ کپڑے موجود تھے۔ اس کے علاوہ ہینڈ بیگ بھی رکھے ہوئے تھے۔

آٹھویں کمرے میں آئس کریم شاپ بنائی گئی تھی۔ نویں کمرے میں بھی کھانے پینے کی اشیاء رکھی گئی تھیں۔

دسویں کمرے میں باہر برآمدے تک ریڈ کارپٹ بچھے ہوئے تھے۔ کمرہ خالی تھا ہم سب کمرے کے اندر چلے گئے کمرے میں دو سائیڈوں پر آمنے سامنے فرشی کشن بیٹھنے کے لیے لگائے گئے تھے، بالکل سامنے والی دیوار کے ساتھ دو کرسیاں اور درمیان میں ٹیبل رکھا ہوا تھا۔ میں اور باجی فرحت کرسیوں پر بیٹھ گئے کمرے کی دیواروں پر بڑی بڑی رائفلیں، تلواریں اور ڈھالیں سجی ہوئی تھیں۔ باہر کمرے کے ساتھ ہی کافی زیادہ عربی لوگوں کا ہجوم تھا۔ آگ جلائی ہوئی تھی اور اس پر ایک بڑا سا توار کھا ہوا تھا جس پر وہ عربی روٹیاں بنا رہے تھے۔ ہم اندر اپنی خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ ایک عربی شخص ڈسپوزیبل پلیٹ میں روٹی کے کچھ ٹکڑے جن کے اوپر شہد لگا ہوا تھا لے کر کمرے میں داخل ہوا اور ہم سب کو کھانے کے لیے دیے۔ یہ ان کی کوئی سپیشل روایتی ڈش تھی جو بڑے شوق سے کھائی جاتی تھی۔ وہ عربی ہمیں کرسیوں پر بیٹھا دیکھ کر بہت خوش ہوا اور تعریف کرنے لگا۔ پھر اس نے کمرے کے کونے میں رکھی ہوئی دو بڑی رائفلیں لا کر ایک باجی فرحت کو اور ایک مجھے پکڑائی اور کہنے لگا کہ آپ لوگ یہاں پر بہت جچ رہی ہیں۔ باجی اتنی مدت سے سعودیہ میں رہ رہی ہیں وہ اس شخص کی گفتگو سمجھ رہی تھیں۔ انھوں

نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ہم کمرے سے باہر نکلے۔

ہم نے بائیں طرف سے کمروں کو دیکھنا شروع کیا تھا اور اب ہم گھومتے گھومتے پھر سے اسی عمارت کے بڑے سے دروازے کی دائیں سائیڈ پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں پر اوپن میوزیکل شو چل رہا تھا مگر مجھے تو ایسے لگ رہا تھا جیسے عربی لوگ قران کو موسیقی کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور جھوم رہے ہیں۔ ساری بلڈ نگ لائٹنگ، قمقموں اور فانوسوں سے جگمگا رہی تھی اور ماحول کو خوشگوار بنا رہی تھی۔ ہمارے جیسے اتنی بتیاں دیکھ کر ویسے ہی نہال ہو جاتے ہیں۔ سب نے خوب انجوائے کیا۔ تھوڑی بہت یادگاری چیزیں بھی خریدی گئیں اور پھر رات گئے گھر واپسی ہوئی۔

اگلے دن جمعرات کے روز صبح ناشتے کے بعد املج سے مدینہ جانے کی تیاری ہوئی، جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ سمندر گھر کے بالکل سامنے تھا تو تھوڑی دیر کے لیے پھر سمندر کے پاس وقت گزارا گیا۔ میرے لیے یہ زندگی کا خوبصورت ترین دن تھا کہ آج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دربار میں حاضری کا دن تھا۔ آج سمندر پر گئے تو سمندر کی لہریں بڑے جوش میں تھیں اور بہت بے تابانہ اچھل اچھل کر کناروں سے ٹکرا رہی تھیں، اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید سمندر بھی جانتا تھا کہ ہم کس کے حضور پیش ہونے جا رہے ہیں اور اسی لیے یہ بھی بے چین ہے کہ مجھے بھی حضور کی قدم بوسی کے لیے اپنے ساتھ لے چلو۔ ہمارا مبارک سفرِ مدینہ شروع ہو چکا تھا۔ دل میں تڑپ اور لبوں پر درود جاری تھا۔

مدائن صالح (الحجر):

مدائن صالح سعودی عرب کے ''العلا'' شہر کے قریب واقع ہیں۔ جو املج سے مدینہ جاتے ہوئے راستے میں آتا ہیں۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے تقریباً ۳۰۰ کلو میٹر شمال میں واقع ہے۔ یہ جگہ قوم ثمود کی بستی تھی۔ یہ وہی جگہ تھی جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا:

''کہ یہاں سے جلدی گزر جاؤ اور اس بستی کے آثار کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو''

اس بستی کو آج بھی آثار قدیمہ کے طور پر محفوظ رکھا گیا ہے۔

افتخار بھائی کہنے لگے:

''روبینہ کیا یہ بستی دیکھنا چاہو گی''

میں نے کہا:

''نہیں بھائی جان میں ایسی جگہ نہیں جانا چاہتی جہاں پر اللہ تعالی کا عذاب نازل ہوا ہو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی وہاں پر رکنے سے منع فرمایا ہو۔''

لیکن ''مدائن صالح''اور''قوم ثمود'' کا پورا واقعہ ذہن میں گھوم گیا کہ کس طرح قوم ثمود جو اپنی سنگ تراشی کی مہارت کی وجہ سے مشہور تھی ،اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ یہ لوگ چٹانوں میں گھر بنا کر رہتے تھے ،جن کے آثار آج بھی مدائن صالح میں موجود ہیں۔جب انہوں نے اللہ تعالی کے نبی حضرت صالح علیہ السّلام کی دعوت کو جھٹلایا اور اللہ کی نشانی معجزاتی اونٹنی کو قتل کر دیا تو اللہ تعالی نے ان پر عذاب نازل کیا جس کا ذکر قران میں یوں ہے:

''پس انھیں زلزلے نے آ پکڑا، تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔''

حوالہ: (سورۃ الاعراف:۷:۷۸)

مدائن صالح کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہدایت:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر کے دوران مدائن صالح کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا:

''یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا لہذا یہاں سے جلدی گزر جاؤ،اور ان بستیوں میں داخل نہ ہو سوائے اس حالت کے کہ تم روتے ہوئے عبرت حاصل کرو۔''

حوالہ: (صحیح بخاری : کتاب الانبیاء: حدیث: ۰۸۳۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرام کو وہاں کا پانی استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا تھا مگر افسوس کہ آج اس جگہ کو تفریحی شکل دے دی گئی ہے۔

آج مدائن صالح کی حالت:

آج مدائن صالح کو آثارِ قدیمہ کے طور پر محفوظ کر لیا گیا ہے۔UNESCO نے اسے عالمی ثقافتی ورثہ قرار دیا ہے۔ یہاں پہاڑی چٹانوں میں پتھروں سے تراشی گئی بڑی بڑی عمارتیں اور

قدیم نقوش آج بھی موجود ہیں جو قوم ثمود کی مہارت کو ظاہر کرتے ہیں۔لوگ اس جگہ کو تاریخی ورثے کے طور پر دیکھنے جاتے ہیں لیکن فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق یہاں عبرت حاصل کرنے کے لیے جانا چاہیے نہ کہ تفریح کے طور پر۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ مدائن صالح کی بربادی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالی کے احکامات کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام کتنا دردناک اور عبرت انگیز ہوتا ہے۔یہ جگہ ہمیں اطاعت، تقویٰ اور انبیاء کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ترغیب دیتی ہے تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے محفوظ رہیں۔(آمین) میں یہ واقعات سوچ سوچ کر دل ہی دل میں استغفار پڑھ رہی تھی۔

راستے کے دونوں اطراف میں طویل ریگستان تھا۔دور دور تک راستے میں یا تو سیاہ پہاڑ نظر آرہے تھے، جنہیں دیکھ کر میرے دل میں خیال آتا تھا کہ شاید یہ حضور کی جدائی میں سیاہ پڑ گئے ہیں، یا پھر ریگستان کی ریت ہی ریت تھی۔ تقریباچار گھنٹے کے سفر کے بعد ہم لوگ میدانِ بدر کے قریب مزاراتِ شہدائے بدر پر پہنچ گئے۔

مزاراتِ شہدائے بدر:

یہ وہ مقام ہے جہاں غزوہ بدر میں شہید ہونے والے ۱۴صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون ہیں۔یہ مقام ایک چھوٹے سے احاطے پر مشتمل ہے۔احاطے کے ارد گرد مضبوط جنگلے لگے ہوئے ہیں۔یہاں زائرین آکر شہداء کے لیے فاتحہ خوانی کرتے ہیں اوران کے طفیل اپنے حق میں رب کریم سے دعائیں کرتے ہیں۔ہم سب نے بھی اس جگہ پر شہدائے بدر کی خدمت میں سلام عرض کیا۔انکے درجات کی بلندی اوران کی قربانیوں کے صدقے اپنے حق میں دعائیں مانگیں۔اللہ تعالی قبول ومنظور فرمائے آمین۔

یادگاری ستون (علامتِ بدر):

شہدائے بدر کے احاطے کے بالکل قریب ایک یادگاری ستون تعمیر کیا گیاہے جو میدان بدر کے تاریخی معرکے کی نشاندہی کرتا ہے۔اس ستون کے اوپر ان ۱۴شہدائے بدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام درج ہیں۔یہاں کی برکتوں کو سمیٹتے ہوئے ہم ایک مرتبہ پھر

گاڑی میں سوار ہوئے اور تھوڑا اور آگے بڑھے۔ یہاں پر وضو خانے بنے ہوئے تھے وہاں سے وضو کیا اور اب ہمارا قافلہ میدان بدر کی طرف رواں دواں تھا یہ علاقے آباد تھے۔ اور جگہ جگہ کھجوروں کے باغات بھی نظر آرہے تھے۔

مسجدِ عریش:

ابھی ہم مقام بدر سے کچھ فاصلے پر تھے کہ باجی فرحت نے اشارہ کرکے بتایا کہ دیکھو وہ سامنے مسجد عریش نظر آرہی ہے اور انشاءاللہ ہم ظہر کی نماز اسی مقام پر ادا کریں گے۔ مسجد عریش وہ جگہ ہے جو میدان بدر کے بالکل ساتھ ہی ہے۔ جنگ بدر سے قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس جگہ پر قیام فرمایا اور جنگ کی حکمت عملی ترتیب دی۔ جنگ بدر سے قبل میدان جنگ کے شمال مشرق میں صحابہ نے ایک اونچے ٹیلے پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے ایک چھپر بنایا جہاں سے پورا میدان جنگ دکھائی دیتا تھا۔ اسی اونچے چھپر کو عریش کے نام سے منسوب کیا گیا۔ جہاں بعد میں یادگار کے طور پر مسجد عریش تعمیر کی گئی۔

مقامِ بدر:

اب ہم میدانِ بدر میں پہنچ چکے تھے۔ میدان بدر کے بالکل ساتھ مسجد عریش تھی۔ وہاں پر نماز ادا کی گئی اور برکتیں حاصل کی گئیں۔ میدان بدر سامنے تھا گویا اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ غزوہ بدر اور اس کے اسباب ذہن میں گھومنے لگے۔

”ہجرت کے بعد قریشِ مکہ کی فتنہ انگیزیاں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور آپ کے رفقاء ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے اور انصار نے انہیں اپنے یہاں پناہ دی۔ تو سارا عرب ان کے خلاف متحد ہو گیا چنانچہ یہ لوگ نہ ہتھیار کے بغیر رات گزارتے تھے اور نہ ہتھیار کے بغیر صبح کرتے تھے۔“

(مولانا صفی الرحمٰن مُبارک پوری: الرحیق المختوم :4 شیش محل روڈ لاہور: ص:۲۶۷)

جنگ کی اجازت:

”ان پر خطر حالات میں جو مدینہ میں مسلمانوں کے وجود کے لیے چیلنج بنے ہوئے تھے اور

جن سے عیاں تھا کہ قریش کسی طرح ہوش کے ناخن لینے اور اپنے تمرد سے باز آنے کے لیے تیار نہیں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت فرمادی۔''

(الرحیق المختوم ص: ۲۶۸)

''رمضان ایک ہجری مطابق مارچ ۶۲۳ء تا رجب ۲ ہجری جنوری ۶۲۴ء تک تقریباً چار سریہ اور چار غزوات پیش آئے۔'' (الرحیق المختوم ص:۲۷۵)

ان تمام سریہ اور غزوات میں مسلمانوں نے کبھی کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ مشرکین کی جانب سے زیادتی کا ارتکاب ہوا کرتا تھا۔ مسلمانوں نے بلاوجہ کبھی قتل و غارت نہیں کی اور نہ ہی کسی پر حملے میں پہل کی لیکن قریش مکہ کو اندازہ ہو چکا تھا کہ مدینہ کی قیادت اس وقت ایک مضبوط قیادت بن چکی ہے اور مسلمان ان کی یعنی قریشِ مکہ کی ایک ایک تجارتی نقل و حرکت پر بھی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ مسلمان دن بدن مضبوط ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر مسلمان چاہیں تو ان کے گھروں میں گھس کر انھیں قتل کر کے اور ان کے مال لوٹ کر یہاں سے صحیح سالم واپس بچ کر جا سکتے ہیں۔

مشرکین کا غصہ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا تھا اور اسی غیض و غضب اور جوشِ بغض وعداوت میں وہ اور آگے بڑھتے گئے اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر ان کا صفایا کر دیا جائے۔ چنانچہ یہی طیش تھا جو انہیں میدان بدر تک لے کر آیا۔

اللہ تعالی کفار کے دلوں کے حال جانتا تھا لہٰذا اللہ تعالی نے شعبان دو ہجری میں مسلمانوں پر جنگ فرض فرمادی اور اس سلسلے میں واضح آیات نازل ہوئیں۔

ارشاد ربانی ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۱۹۰ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۱۹۱ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۹۲ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۱۹۳

ترجمہ:

"اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور حد سے آگے نہ بڑھو یقیناً اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور انھیں جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے وہاں سے تم بھی انہیں نکال دو۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔ اور ان سے مسجد الحرام کے پاس قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے مسجد الحرام میں قتال کریں۔ پس اگر وہ وہاں قتال کریں تو تم وہاں بھی انہیں قتل کرو۔ کافروں کی جزا ایسی ہی ہے۔ بس اگر وہ باز آجائیں تو بے شک اللہ غفور ور حیم ہے۔ اور ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے پس اگر وہ باز اجائیں تو کوئی تعدی نہیں ہے۔ مگر ظالموں ہی پر۔"

(سورہ البقرہ آیات: ۱۹۰ تا ۱۹۳)

اس کے بعد جلد ہی رب العزت کی طرف سے ایسی آیات نازل ہوئیں جن میں جنگ کا طریقہ بتایا گیا۔ جنگ کی ترغیب دی گئی۔ اور اس سے متعلق بعض احکامات بھی نازل فرمائے گئے۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (4) سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ (5) وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (6) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (7)

ترجمہ: "پس جب تم لوگ کفر کرنے والوں سے ٹکراؤ تو گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب انہیں اچھی طرح کچل لو تو جکڑ کر باندھ لو۔ اس کے بعد یا تو احسان کرو یا فدیہ لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔ یہ ہے (تمہارا کام) اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے انتقام لے لیتا۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز رائیگاں نہ

کرے گا۔اللہ ان کی رہنمائی کرے گا۔اور ان کا حال درست رہے گا۔اور ان کو جنت میں داخل کرے گا۔جس سے ان کو واقف کرا چکا ہے۔

"اے اہل ایمان اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔اور تمہارے قدم ثابت رکھے گا۔''

(سورہ محمد آیات: ۴ تا ۷)

حقیقت یہ تھی کہ جنگ کی فرضیت و ترغیب اور اس کی تیاری کا حکم حالات کے تقاضے کے عین مطابق تھا لہٰذا وہ پروردگار عالم کیوں نہ ایسے احکامات نازل فرماتا، جو ہر کھلی اور ڈھکی بات کو جاننے والا ہے۔ حقیقت یہی تھی کہ حالات حق و باطل کے درمیان ایک خون ریز اور فیصلہ کن معرکے کا تقاضہ کر رہے تھے۔احکامات جنگ کی آیات کے نزول سے اندازہ ہو رہا تھا کہ حق و باطل کے معرکے کا وقت قریب ہی ہے۔اور اس میں آخری فتح و نصرت اسلام کو ہی نصیب ہو گی۔

بدر کے میدان میں اسلامی لشکر کی تعداد:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب بدر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ تقریباً ۳۱۳ یا ۳۱۴ یا ۳۱۷ جن میں سے ۸۲ یا ۸۳ مہاجر تھے اور باقی انصار تھے۔ صرف دو گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے۔ ہر اونٹ پر تین، تین یا دو، دو لوگ باری باری سواری کرتے تھے۔

مکی لشکر کی تعداد:

مکی لشکر کی تعداد تقریباً ایک ہزار پر مشتمل تھی۔جن کے پاس ایک سو گھوڑے اور ۶۰۰ زِرہیں تھیں۔اونٹ کثرت سے تھے ابو جہل ان کا سپہ سالار تھا۔قریش کے نو معزز آدمی اس فوج کی رسد کے ذمہ دار تھے۔ایک دن ۹ اور ایک دن ۱۰ اونٹ ذبح کیے جاتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعا:

''میدان بدر میں صفیں درست کر کے واپس آتے ہی آپ اپنے پروردگار سے نصرت و مدد کا وعدہ پورا کرنے کے لیے دعا مانگنے لگے۔

آپ کی دعا یہ تھی:

ترجمہ:

اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرمادے اے اللہ میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرے وعدے کا سوال کر رہا ہوں۔''

(الرحیق المختوم ص : ۲۹۵ تا ۲۹۶)

پھر جب گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی نہایت زور کا رن پڑا اور لڑائی شباب پر آ گئی تو آپ نے یہ دعا فرمائی:

ترجمہ:

''اے اللہ اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے۔''

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ادھر اللہ نے فرشتوں کے ذریعے وحی فرمائی کہ

ترجمہ

''میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم اہل ایمان کے قدم جماؤ میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا۔''

اور رسول اللہ کے پاس وحی بھیجی کہ:

ترجمہ: میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔''

(الرحیق المختوم ص: ۲۹۶)

''فرشتوں کا نزول:

دعا مانگنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک جھپکی آئی پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا!

''ابو بکر خوش ہو جاؤ یہ جبرائیل ہیں گرد و غبار میں اٹے ہوئے''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم چھپر کے دروازے سے باہر تشریف لائے آپ نے زِرہ پہن رکھی تھی اور پر جوش طور پر آگے بڑھ رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے۔

سَيُهۡزَمُ الجمعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (سورۃ القمر: آیت نمبر ۴۵)

ترجمہ:

عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا اس کے بعد اپ نے ایک مٹھی کنکریلی مٹی لی اور قریش کی طرف رخ کر کے فرمایا:

شَاهَتِ الوُجوُہُ۔ چہرے بگڑ جائیں اور ساتھ ہی مٹی ان کے چہروں کی طرف پھینک دی۔ پھر مشرکین میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس کی دونوں آنکھوں، نتھنوں اور منہ میں اس ایک مٹھی مٹی سے کچھ نہ کچھ گیا نہ ہو۔اس کی بابت اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ:

''جب آپ نے پھینکا تو درحقیقت آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔''

(الرحیق المختوم ص:۲۹۶)

''مسلمانوں نے نہایت جوش وخروش سے لڑائی لڑی اور فرشتوں نے بھی ان کی مدد فرمائی چنانچہ ابن سعد کی روایت میں حضرت اکرمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ اس دن آدمی کا سر کٹ کر گرتا اور یہ پتہ نہ چلتا کہ اسے کس نے مارا ہے۔اور آدمی کا ہاتھ کٹ کر گرتا اور یہ پتہ نہ چلتا کہ کس نے کاٹا ہے۔ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ :ایک مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک اس مشرک کے اوپر کوڑے کی مار پڑنے کی آواز آئی اور ایک شاہ سوار کی آواز سنائی پڑی جو کہہ رہا تھا''حیزوم''آگے بڑھ مسلمان نے مشرک کو اپنے آگے دیکھا کہ وہ چت گرا۔لپک کر دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا چہرہ پھٹا ہوا تھا۔جیسے کوڑے سے مارا گیا ہو اور یہ سب کا سب ہرا پڑ گیا تھا اس انصاری مسلمان نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماجرہ بیان کیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔''

(الرحیق المختوم ص: ۲۹۸)

''فریقین کے مقتولین:

یہ مارکہ مشرکین کی شکستِ فاش اور مسلمانوں کی فتحِ مبین پر ختم ہوا۔ جس میں 14 مسلمان شہید ہوئے چھ مہاجرین میں سے اور اٹھ انصار میں سے لیکن مشرکین کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ان کے 70 آدمی مارے گئے اور 70 قید کیے گئے جو عموما قائد سردار اور بڑے بڑے سربر آوردہ حضرات تھے۔ خاتمہ جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مقتولین کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

''تم لوگ اپنے نبی کے لیے کتنا بُرا کنبہ اور قبیلہ تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا جبکہ اوروں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑا جبکہ اوروں نے میری تائید کی۔ تم

نے مجھے نکالا جبکہ اوروں نے مجھے پناہ دی۔اس کے بعد آپ نے حکم دیا اور انہیں گھسیٹ کر بدر کے ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔

قلیبِ بدر:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے حکم سے بدر کے روز قریش کے 24 بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں بدر کے ایک گندے خبیث کنویں میں پھینک دی گئیں۔ آپ کا دستور تھا کہ آپ جب کسی قوم پر فتحیاب ہوتے تو تین دن میدان جنگ میں قیام فرماتے۔چنانچہ جب بدر میں تیسرا دن آیا تو آپ کے حسب حکم آپ کی سواری پر کجاوا کسا گیا۔اس کے بعد آپ پیدل چلے اور پیچھے پیچھے صحابہ کرام بھی چلے یہاں تک کہ آپ کنویں کے بار پر کھڑے ہوگئے۔پھرانہیں ان کا اور ان کے باپ کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا کہ !اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کیا تمہیں یہ بات خوش آتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ کیونکہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے برحق پایا۔ تو کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے تم نے برحق پایا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ایسے جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جان ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔''

(الرحیق المختوم ص : ۳۰۶۔۳۰۷)

اس کنویں کو قلیبِ بدر کہا جاتا ہے۔ یہ کنواں مسجد عریش کے عقب میں آج بھی موجود ہے۔میں اس کے قریب نہیں گئی۔ کیونکہ مجھے ان واقعات سے میدان بدر کے سامنے کھڑے ہو کر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں دورِ نبوی میں پہنچ گئی ہوں۔اس خبیث کنوئیں کے پاس جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا اور دل سے دعا نکل رہی تھی یا اللہ ہمیں حضور نبی اکرم کا سچا عشق اور اطاعت نصیب فرما اور ہمیں مشرکین میں سے نہ کر دینا (آمین)۔ کچھ وقت مسجد عریش اور بدر کے مقام پر گزارنے کے بعد شہر بانو اور اس کے شوہر نے کہا مدینہ جاتے ہوئے راستے میں بیئر روحا کی زیارت بھی کرتے ہوئے جائیں گے۔اس کے بعد ہم سب نے بدر کے قریب ہی ایک ہوٹل

میں پاکستانی کھانا کھایااور اب ہم سب مقام روحا کی جانب گامزن تھے۔

بیئر روحا: یہ کنواں مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ایک تاریخی مقام پر ہے۔یہ کنواں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان قدیم راستے پر واقع ہے۔اور اسلامی تاریخ میں اس کی نمایاں اہمیت ہے۔غزوہ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالا تھااور یہاں نمازادا کی تھی۔

بعض روایات کے مطابق اس کنویں کا پانی پہلے کھارا تھالیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا جس سے پانی میٹھااور شفابخش ہو گیا۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کنویں کا پانی آب زمزم سے مشابہت رکھتا ہے اور مختلف بیماریوں کے علاج کے لیے مفید ہے۔تاریخی طور پر بیئر روحاء ایک اہم مقام رہا ہے جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے متعدد بار سفر کے دوران گزر کیا۔یہ وادی ''السیالہ'' سے شروع ہو کر شرف روحاء تک پھیلی ہوئی ہے۔اور تقریباً ۲۵ مربع کلومیٹر کے رقبے پر مشتمل ہے۔اس وادی میں ایک مسجد بھی واقع ہے جہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نمازادا کی تھی۔ آج کل بھی بیئر روحاءایک تاریخی مقام کے طور پر معروف ہے اور زائرین کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔یہاں کا پانی مقامی لوگوں میں آب شفاکے نام سے مشہور ہےاوراس کی دیکھ بھال ایک مقامی ملازم کرتا ہےاور اب ہم بیئر روحاکے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ تین گاڑیوں میں کچھ لوگ ہم سے پہلے وہاں پر موجود تھے جو کہ بیئر روحاسے پانی کے کین بھر کر اپنی اپنی گاڑیوں میں رکھ رہے تھے۔ کنویں سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر ملازم بیٹھا ہوا تھا۔بیئر روحاخشک پتھریلی زمین پر کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔اس کے ایک جانب اونچے اونچے پتھریلے پہاڑ ہیں۔ آج کے دور میں تو انسان کو بہت سی سہولیات میسر ہیں لیکن ساڑھے چودہ سو سال پہلے کا تصور کیا جائے کہ ان دشوار گزار راستوں پر سفر ہو اور راستے میں اس طرح پانی میسر آجائے تو یہ اللہ تعالی کا بہت بڑا کرم اور احسان ہے۔

بھائی افتخار اور پرنس (شہر بانو کے شوہر) نے بھی اپنی اپنی گاڑیوں کی ڈگی سے کین نکالے اور بیئر روحاسے بھرے۔ ہم سب نے سیر ہو کر اس کنویں کا پانی پیا۔پانی میٹھااور ٹھنڈا تھا۔اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ اسی مقام پر عصر کی نمازادا کی گئی۔

بیئر روحا کے قریب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو بھائی افتخار نے بتایا کہ ادھر تھوڑے فاصلے پر ایک اور کنواں بیئر اباب بھی ہے۔ جہاں سے بہت سے انبیاء کرام نے پانی پیا ہے۔اس کی بھی زیارت کرتے ہیں۔

بیئرِ اباب:

تقریباً مغرب کے قریب ہم لوگ بیئر اباب کے قریب تھے۔اس کنویں کے ارد گرد چار دیواری کا احاطہ تھا۔ پانی کو کنویں سے نکالنے کے لیے موٹر لگائی گئی تھی اور ٹوٹیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ چار دیواری کے باہر کچھ لوگ پانی کے خالی کین اور بوتلیں فروخت کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ روایات کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کنویں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا تھا جس کے بعد اس کا پانی میٹھا اور شفا بخش ہو گیا۔اس کنویں کو مدینہ کا زم زم بھی کہا جاتا ہے اور لوگ اس کے پانی کو شفا کی نیت سے پیتے اور اپنے شہروں میں لے کر جاتے ہیں۔ ہم نے بھی وہاں سے پانی پیا اور ایک کین میں پانی بھر کر گاڑی میں رکھا۔وہیں پر نماز مغرب ادا کی گئی اور اب ہم شہر مدینہ کی طرف رواں دواں تھے۔

مدینہ منورہ میں حاضری:

مدینہ کی حدود شروع ہونے سے پہلے ہی نہ جانے کیسے دل کو اندازہ ہو گیا کہ بس اب شہر نبیؐ آ گیا ہے۔ دل کی دھڑکنیں بے ساختہ تیز ہو گئیں۔ آنکھیں خوشی اور عقیدت سے نم ہو گئیں۔ روح پر ایک عجیب سرور ساطاری ہو گیا۔ جیسے جیسے مدینہ قریب آ رہا تھا دل مچل رہا تھا کہ یہ وہی سرزمین ہے جہاں کی خاک نے آپؐ کے قدموں کے بوسے لیے ہیں، جہاں کا ہر گلی کوچہ آپ کی محبت و رحمت کی خوشبو سے معطر ہے۔

جیسے ہی ہم شہر مدینہ میں داخل ہوئے، گاڑی کے شیشے کھول دیے گئے۔ مدینہ کی معطر ہواؤں میں سانس لیا تو گویا زندگی کا دیرینہ خواب حقیقت میں بدل گیا۔لبوں پر درود و سلام جاری ہو گیا۔ دل کی دنیا بدل گئی اور زبان پر بے اختیار جاری ہو گیا: ”السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ “۔۔۔۔مدینہ پہنچ کر جو دلی سکون اور راحت اور اطمینان نصیب

ہوا، اُسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔مدینہ شہر میں حرم پاک کی قریبی گلی میں گاڑی رو کی گئی ۔ مسجد نبوی میں عشاء کی نماز با جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ ہم سب نے بھی روڈ پر ہی مصلے بچھائے اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد قریبی ہوٹل میں گئے۔دو کمرے بک کروائے۔ایک تمام مردوں اور دوسرا خواتین کے لیے۔سامان ہوٹل میں رکھا، وضو کیا اور پھر رات ہی کو مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوئے۔ایک گلی کے فاصلے پر مسجد نبوی تھی۔ گلی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ گنبد خضریٰ کا نظارہ سامنے تھا۔دل بے اختیار کھنچنے لگا، قدموں میں ادب اور آہستگی آ گئی۔ گویا کوئی مجرم اور خطا کار اپنے آقا کی جانب بڑھ رہا ہو۔ آنکھیں پر نم اور جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔لبوں پر صرف

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ---یا حبیب اللہ---

الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ ---یا نور من نور اللہ جاری تھا۔

مسجدِ نبوی میں حاضری:

ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا زمانہ پیچھے پلٹ آیا ہے۔میں خود کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد میں محسوس کر رہی تھی۔یوں لگ رہا تھا جیسے پوری کائنات خاموش ہو کر اس لمحے کی عظمت کو محسوس کر رہی ہو۔دل کی کیفیات بیان سے باہر تھیں۔زبان درودوں کا اور آنکھیں آنسوؤں کا سہارا لے کر عقیدت کا اظہار کر رہی تھیں۔باجی فرحت نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور حرم کے اندرونی خواتین والے حصے کی طرف بڑھتی جا رہی تھیں۔(کاش میدان حشر میں بھی ہم سب اسی طرح ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے جنت کی طرف بڑھتے جائیں)(آمین)

اس وقت دل میں بڑی شدید خواہش اور حسرت تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضری قبول ہو جائے اور کاش کہ میری آنکھوں کو آپؐ کا دیدار نصیب ہو جائے۔ لیکن شاید میں اوقات سے بڑھ کر خواہش کر رہی تھی کہ اس روز ریاض الجنہ میں بھی حاضری نہ ہو سکی۔ بہر حال یہ بھی بڑی خوش بختی تھی کہ گنبد خضریٰ کے سائے تلے بیٹھ کر خوب ڈھیر ساری دعائیں کیں۔ یعنی اللہ رب العزت سے دل کھول کر باتیں کیں اور دعائیں مانگی۔ شکرانے کے نوافل ادا کیے قضائے عمریاں ادا کیں اور رات گئے ہوٹل واپسی کی۔

صبح عید کا تیسرا دن اور جمعہ کا روز تھا۔یہ عید زندگی کی پہلی خوبصورت ترین عید تھی۔ مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز ادا کرنے گئے تو اتنا خوبصورت منظر زندگی میں پہلی بار دیکھنے کو ملا مدینے کی ہر ہر گلی میں عاشقانِ رسول گروہ در گروہ تیزی سے مسجد نبوی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سفید لباس میں ملبوس مرد، برقعے اور عبائے پہنے خواتین، گویا ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسجد نبوی کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ایسا منظر صرف مکہ اور مدینہ میں ہی دیکھا جا سکتا ہے جیسے مقناطیس کی طرف لوہا کھنچتا ہے ایسے ہی تمام لوگ مسجد نبوی کی طرف کھنچے چلے آ رہے تھے۔

مسجدِ نبوی کا احاطہ:

مسجدِ نبوی کا احاطہ تقریباً چار سو مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ یہاں بیک وقت دس لاکھ سے زائد نمازی عبادت کر سکتے ہیں۔ مسجد میں سائے کے لیے کھلنے اور بند ہونے والی چھتری نما چھتیں نصب کی گئی ہیں۔ جو موسم کے مطابق سایہ فراہم کرتی ہیں اور گرمی سے بچاتی ہیں۔ جدید سہولیات میں ایئر کنڈیشنڈ ہالز، جدید وضو خانے اور برقی سیڑھیاں شامل ہیں۔ مسجد نبوی کے تقریباً ۴۱ سے زائد دروازے ہیں۔ ریاض الجنہ میں حاضری کے لئے خواتین ۲۳ نمبر دروازے سے داخل ہو کر سب سے اگلی صفوں میں جا کر شامل ہونے کو ترجیح دیتی ہیں۔

روضہء رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم:

یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے مزارات موجود ہیں۔ یہ جگہ سبز گنبد یعنی گنبد خضریٰ کے نیچے واقع ہے۔ مرد زائرین یہاں باب سلام سے داخل ہو کر درود و سلام پیش کرتے ہیں۔

ریاض الجنّہ:

روضہء رسولؐ کے ساتھ والی جگہ جو حضور کے دور میں مسجد نبوی میں شامل تھی ریاض الجنہ کہلاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ ”میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان

کی جگہ ریاض الجنّہ (یعنی جنت کا باغ) ہے''۔یہ جگہ دنیا میں جنت کا ٹکڑا شمار کی جاتی ہے۔اس جگہ پر نماز و نوافل پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

مگر اس دن ہمیں ریاض الجنہ کی حاضری نصیب نہ ہو سکی۔ ہم سب گنبد خضریٰ کے سائے تلے صحنِ حرم میں صفوں میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ نماز ادا کی گئی۔ اس کے علاوہ نفل برائے شکرانہ ،برائے حاجت ،قضائے عمری کی نمازیں اور صلوٰۃ التسبیح ادا کی اور رو رو کر خوب دعائیں مانگی گئیں۔ کچھ وقت حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گنبد کے سائے تلے گزارا اور اب پھر واپسی کا لمحہ قریب تھا۔ دل تو واپسی کو نہیں چاہ رہا تھا مگر آنا تو تھا۔لہٰذا واپسی کا سفر شروع کرنے سے قبل حضور سے اجازت لے کر مسجد نبوی سے رخصت ہوتے ہوئے درود و سلام شروع کیا اور پڑھتے ہوئے مسجد سے باہر آئے۔

ہوٹل سے سامان اٹھایا اور واپسی کا سفر شروع ہوا۔مدینہ کی حدود سے باہر نکلنے سے پہلے ایک ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا گیا جو کہ سعودیہ کی سپیشل ڈش ''مندی'' تھی یہ ایک بڑے سے تھال میں پلاؤ کے ذائقے سے ملتے جلتے چاول اور چاولوں کے اوپر بڑے سائز کے مٹن پیس سجے ہوئے تھے۔ گوشت اتنا نرم اور لذیذ تھا کہ کھانے کا مزہ آ گیا۔ان چاولوں کے ساتھ ٹماٹر کی بنی ہوئی چٹنی ،موٹے کٹے ہوئے پیاز اور تارا میرا کے پتے سلاد کے طور پر پیش کیے گئے تھے۔سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد شہر بانو اپنے شوہر اور بچی کے ساتھ املج کی طرف روانہ ہو گئیں اور ہم لوگ جدہ کی جانب چل پڑے۔

اشرف صاحب بھی عید کے تیرہ دن بعد یعنی ۱۵ مئی کی صبح پاکستان سے جدہ پہنچ گئے۔ان کی عید کی چھٹیوں کے دوران ہی 5 مئی کو ملازمت سے ریٹائر منٹ ہونا تھی جس کی وجہ سے وہ بعد میں جدہ پہنچے۔اشرف کے ساتھ پہلا عمرہ منگل سترہ مئی کی رات کو کرنے کا پروگرام فائنل ہوا۔ اشرف کے جدہ پہنچنے کے بعد اُسی شام کو افتخار بھائی نے اشرف کو بھی سعودی سم جاری کروا دی اور عمرے کا پرمٹ حاصل کیا گیا۔اس طرح منگل کی شام چھ بجے احرام باندھ کر اور نوافل ادا کر کے عمرہ کی نیت کرکے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کُدئی کے مقام پر گاڑی کھڑی کی اور وضو خانے سے وضو کرکے ٹیکسی کے ذریعے حرم کی طرف روانہ ہوئے۔جب حرم شریف پہنچے تو عشاء

کی جماعت کھڑی ہو رہی تھی۔اس لیے حرم کے باہر کلاک ٹاور کے سامنے والے صحن میں نمازِ عشا ادا کی۔اس کے بعد عمرہ کے لیے میں ، باجی فرحت اور افتخار بھائی بابِ عبدالعزیز سے مطاف میں داخل ہو گئے جب کہ حارث اور اشرف اوپر والی منزل پر طواف کے لیے چلے گئے کہ مطاف میں وہیل چیئر کا داخلہ ممنوع تھا۔ طواف اور سعی سے فارغ ہو کر ہم سب کلاک ٹاور کے مین گیٹ کے پاس جمع ہوئے۔اشرف اور افتخار بھائی نے سر منڈوائے اور اس کے بعد عمرہ سے فراغت کے بعد رات کے پچھلے پہر جدہ واپسی ہوئی۔

اگلے دن یہ پروگرام بنا کہ ہمیں یعنی مجھے اور میرے شوہر (اشرف) کو ایک ہفتے کے لیے مکہ اور اس کے بعد ایک ہفتے کے لیے مدینہ چھوڑ دیا جائے۔ تا کہ اچھے طریقے سے مکہ اور مدینہ میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا جائے۔جمعہ اور ہفتہ کو باجی فرحت اور بھائی افتخار کی چھٹی ہوتی تھی لہٰذا جمعہ کو مکہ جانے کا پروگرام بنا۔

مکہ جانے کی تیاری:

باجی اور بھائی مکہ جانے سے قبل ہمیں ساتھ لے کر جدہ کی ''پانڈا'' شاپنگ مال گئے۔ جہاں پر ضروریات زندگی کی تقریباً تمام اشیاء موجود تھیں۔وہاں سے کھانے پینے کی بہت سی اشیا خریدی گئیں۔ واپس آ کر باجی فرحت نے ہی ہماری پیکنگ کی۔ پیکنگ میں دو عدد جائے نماز ،تسبیحات، پاسپورٹ وغیرہ رکھنے کے لیے چھوٹے بیگ سامان میں رکھے۔اس میں دعاؤں کی کچھ کتابیں بھی رکھ دیں جو کہ حرم میں عمرہ کے دوران پڑھنے کے لیے تھی۔الیکٹرک کیٹل،ٹی بیگ، خشک دودھ ،ڈسپوزیبل کپ ، گلاس ،دو پلیٹیں، چمچ ،بسکٹ ، کھجوریں، بریڈ اور جیم وغیرہ ساتھ رکھ دیے۔احتیاطاً ایک عدد ایکسٹینشن بھی ساتھ رکھ دی۔

اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا ہمارے ساتھ کہ باجی فرحت اور بھائی افتخار جیسے ہمدرد اور محبت کرنے والے بہن بھائی اس سفر میں ہمارے ساتھ تھے کہ جن کی وجہ سے ہمیں سارے سفر کے دوران ذرّہ برابر بھی پریشانی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور دنیا اخرت کی آسانیاں عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

صبح ناشتے کے بعد عمرے کی تیاری کی گئی۔ بھائی افتخار اور اشرف نے احرام باندھے۔ میں نے اور باجی فرحت نے عبائے پہنے عمرے کے نوافل ادا کیے، نیت کی اور گھر سے تسبیح تلبیہ پڑھتے ہوئے جانبِ مکہ عازمِ سفر ہوئے۔

حرم میں کعبہ کے سامنے نماز جمعہ ادا کی گئی اور اس کے بعد ہوٹل کی تلاش شروع کی گئی۔ چونکہ افتخار بھائی مکہ کے ہوٹلوں کے بارے میں معلومات رکھتے تھے اِس لیے وہ ہمیں ساتھ لے کر شارع ہجرہ پر ہوٹل کی تلاش میں نکلے۔ حرم شریف کے گردونواح میں بیشمار رہائشی ہوٹل موجود ہیں جن میں انتہائی مہنگے ہوٹل بھی ہیں اور سستے بھی۔ ہم نے قیام کے لیے شاہراہ الہجرہ یا ہجرہ روڈ کے ایک ہوٹل میں جگہ پائی جو مسجد الحرام سے چند منٹ کی مسافت پر تھا۔ افتخار بھائی نے فندق ماسی الهجره نامی ہوٹل میں کمرہ بُک کروادیا۔ اس کے بعد کھانا کھایا گیا اور نمازِ عصر کے بعد اُنھوں نے جدہ واپسی کا سفر اختیار کیا اور ہم نے مغرب اور عشاء کی نماز حرم شریف میں ادا کی۔ ہمارا مکہ میں قیام نہایت عقیدت و محبت بھرا تھا جس میں باجی اور بھائی جان افتخار کا تعاون اور اللہ تعالیٰ کی رحمت دونوں شامل حال تھیں۔

یہاں سے حرم شریف کا راستہ انتہائی آسان اور قریب تھا۔ شارع ہجرہ وہ راستہ ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے وقت اختیار کیا تھا۔ اس پر روایتی اشیا کی دُکانیں اور پاکستانی، انڈین اور بنگالی کھانوں کے ریسٹورنٹ بھی موجود تھے۔ لہٰذا کھانے پینے کا بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ باجی اور بھائی کے ساتھ وہیں پر ایک قریبی ہوٹل میں دوپہر کا کھانا تناول کیا۔ اس کے بعد باجی اور بھائی جدہ روانہ ہوگئے۔

شاہراہِ ہجرہ پر ہوٹلوں کے ساتھ ساتھ بہت سی دکانیں بھی ہیں جہاں سے حاجی اور زائرینِ عمرہ کھجوریں، تسبیحیں، مصلے جائے نمازیں، ٹوپیاں اور دیگر اشیاء اپنے عزیزوں اور اقربا کو بطور تحفہ دینے کے لیے خریدتے ہیں۔ ہم نے بھی اکثر تحائف یہیں سے خریدے جن میں ٹوپیاں اور تسبیحیں وغیرہ شامل تھیں۔

شاہراہِ ہجرہ: جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے، یہ وہی بابرکت گزر گاہ ہے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت کے سفر کا آغاز فرمایا تھا۔ جب مجھے اِس بارے میں معلوم ہوا تو میرا

دل عجیب کیفیت میں ڈوب گیا اور اپنی خوش نصیبی پر رشک بھی آیا کہ ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ پیارے نبیؐ کی گزر گاہ پر رہائش ملی اور ہر روز حرم شریف جانے آنے کے لیے ہمارا مستقل راستہ بھی یہی روڈ بنا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں سے اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے پیارے شہر مکہ کو چھوڑ کر اپنے ہجرت کے سفر کا آغاز کیا تھا، جہاں سے آپؐ کی جانے کتنی محبوب یادیں جڑی ہوئی تھیں؟ مگر اللہ کے حکم کے سامنے سب کچھ قربان کر دیا۔ سوچتی ہوں کہ اس لمحے کی کیفیت اور اللہ پر کامل بھروسہ کیسی عجیب شان رکھتا ہو گا۔ اسی شاہراہ پر حضرت علیؓ کا گھر بھی تھا۔ مجھے وہ رات یاد آئی جب حضور ﷺ نے لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا۔ یہاں کھڑے ہو کر مجھے وفا، ایثار اور قربانی حقیقی معنوں میں سمجھ آئی۔

میرے ہونٹ بے اختیار دعا میں ملنے لگے: ''اے اللہ! جیسے تُو نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی نصرت اور حفاظت سے نوازا، ہمیں بھی اپنے دین پر ثابت قدمی اور اپنی معیت کا احساس عطا فرما۔ ہمیں بھی ہجرت کے اُس سبق پر عمل کرنے والا بنا کہ ہم دین کی خاطر ہر قربانی دے سکیں۔'' (آمین)۔

آج کی پر رونق اور جدید مکہ کی گلیوں میں یہ شاہراہ بظاہر ایک عام راستہ ہے، مگر اس پر چلتے ہوئے دل کو ایک عجیب سرور اور روح کو سکون میسر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وقت پلٹ گیا ہو اور ہم بھی اُس عظیم مگر مختصر قافلے کے پیچھے چل رہے ہوں جو ایمان اور اللہ کی نصرت پر بھروسہ کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔۔۔۔

مکہ میں قیام: یہ دن ہمارے لیے مکمل طور پر روحانی تقویت اور دلی سکون کا باعث تھے۔ عبادات کے ساتھ ساتھ ہر لمحہ اس حقیقت کا احساس ہوتا رہا کہ ہم کس مقدس سرزمین پر موجود ہیں۔ یہاں کی فضاؤں اور ہواؤں میں کتنی برکتیں محسوس ہوتی تھیں، بیان سے باہر ہیں۔ جس جگہ پر ہم قیام پذیر تھے سنا ہے کہ اس گلی میں حضرت علیؓ کا گھر ہوا کرتا تھا۔ ہوٹل سے حرم کعبہ کا فاصلہ بہت کم تھا۔ راستہ میں ایک کبوتر چوک آتا تھا جہاں پر بے شمار کبوتر سارا ٹائم موجود ہوتے تھے۔

کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ہم ظہر کی نماز کے لیے ہوٹل سے نکلے، کبوتر چوک تک پہنچے تو نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہو گئی۔ تمام راہگیروں سمیت ہم نے بھی کبوتر چوک میں جائے نماز

بچھائی اور نماز کی نیت باندھ لی۔ سعودی عرب انتہائی گرم ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ گو کہ کبوتر چوک میں بڑی بڑی چھتریاں چھاؤں کے لیے لگائی گئی تھیں۔ لیکن گرمی اتنی شدید ہوتی تھی کہ ایک دو مرتبہ میرے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی جو کہ پلاسٹک پولیتھن بیگ میں ڈالی ہوئی تھی۔ میں نے زمین پر رکھی اور نماز پڑھنے کے بعد اسے اٹھایا تو پولیتھن شاپر ایسے جل کر پھٹ چکا تھا جیسے آگ پر رکھنے سے جل جاتا ہے۔ ہمارے پاس تو جائے نمازیں موجود تھیں جو کہ کبوتر چوک میں بچھا کر نماز پڑھتے تھے، مگر بہت سے لوگوں کو میں نے اتنے گرم فرش پر ننگے پاؤں نمازیں پڑھتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھا۔

نماز ظہر کے وقت دوپہر کے سوا بارہ یا ساڑھے بارہ بجے ہوتے تھے اور اس وقت گرمی اپنے جوبن پر ہوتی تھی۔ جب ہم ہوٹل سے نکل کر حرم کی طرف جاتے تھے۔ میں نے اشرف کی ویل چیئر پکڑی ہوئی ہوتی تھی۔ تیز تیز قدموں سے جانب حرم چل رہی ہوتی تھی۔ گرمی سے حلق خشک ہو رہا ہوتا تھا، لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ پسینہ صرف ماتھے پر ہلکا سا محسوس ہوتا تھا۔ ایسا پسینہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ چہرہ پر بہتا محسوس ہو اور بار بار پونچھنا پڑے۔ بس ہلکا ہلکا سا صرف ماتھے پر۔ کبھی کپڑے پسینے میں گیلے نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ کپڑوں سے پسینے کی بو کبھی نہیں آئی۔ فضا میں آلودگی بالکل نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اتنا چلنے کے باوجود کبھی جوتوں پر مٹی محسوس نہیں ہوئی۔

حرمِ پاک میں ہر وقت ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے۔ اتنی بڑی تعداد میں ایک جگہ پر اتنا بڑا ہجوم ہو تو شدید بد نظمی اور حبس ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اللہ تعالی کا معجزہ ہے کہ حرم میں کسی جگہ پر نہ تو کسی قسم کی کوئی بد نظمی محسوس ہوتی ہے، نہ حبس اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی تکلیف ہر انسان اپنے رب کی عبادت میں مصروف اور پر سکون نظر آتا ہے۔

مکہ کا یہ قیام ہماری زندگی کا ایک قیمتی اثاثہ اور ناقابل فراموش حصہ بن گیا۔ یہ دن مکمل طور پر عبادات، ذکر واذکار اور روحانی یکسوئی میں گزرے۔ صبح فجر کے وقت ہوٹل سے نکل کر سیدھا حرم شریف پہنچ جاتے۔ وہاں پر وقت گزارنا ایک الگ ہی کیفیت میں لے جاتا۔ طواف نوافل اور تلاوت قرآن کے ساتھ دل کو سکون میسر آتا۔ ظہر کی اذان سے پہلے دوبارہ حرم کا رخ

کرتے اور ظہر سے لے کر عشاء تک وہیں عبادت میں مصروف رہتے۔ وہاں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرنا، تسبیحات پڑھنااور ذکرالٰہی میں محو رہنا یہ سب ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو اور دنیا کی ساری فکریں ماند پڑ گئی ہوں۔

جب عشاء کی نماز کے بعد حرم سے واپسی ہوتی تو دل میں ایک عجیب سا سرور اور ذہن میں سکون کی کیفیت ہوتی بار بار یہی خیال آتا تھا کہ یہ وہی مکہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں کے نشان ہیں۔ انھی گلیوں میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چلتے پھرتے ہوں گے، عبادت کرتے ہوں گے، اور اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہوں گے۔

یہ دن ہماری زندگی کے بہترین دن تھے جو ہمیشہ ہمارے دل و دماغ میں ہمیشہ تروتازہ رہیں گے۔ دعا ہے کہ رب العزت ہر مسلمان کو یہاں پر آنا اور عبادت کرنا نصیب فرمائے۔ (آمین)

حرم سے واپس ہوٹل آتے ہوئے رات کو اکثر ہم کچھ نہ کچھ چیزیں بطور یادگار اپنے بہن بھائیوں کے تحائف کے لیے بھی خرید لیتے تھے مثلاً تسبیحیں، ٹوپیاں، جائے نمازیں، عطر، سرمہ اور ہینڈ بیگز وغیرہ تاکہ عزیز واقارب کو بھی ان برکتوں اور رحمتوں میں شامل کر سکیں۔

مکہ میں قیام کے دوران عمرہ (اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اور رحمت):

مکہ مکرمہ کی پرنور فضاؤں میں چند دن گزارنے کے بعد دل میں خواہش جاگی کہ ایک بار پھر عمرہ کی سعادت حاصل کی جائے۔ عمرہ ادا کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر جا کر عمرہ کی نیت کرنے اور میقات پر جا کر احرام باندھنے کی شرط ہے۔ مکہ مکرمہ کے نزدیک ترین مقامِ میقات مسجدِ عائشہ ہے۔ مکہ میں موجود عازمین کے لیے ضروری ہے کہ میقات یعنی مسجدِ عائشہ جا کر احرام باندھیں، عمرہ کی نیت کریں اور نوافل ادا کرنے کے بعد حرم شریف کا قصد کریں۔ اس مقصد کے لیے ہم نے بھی مسجد عائشہ جانے کا ارادہ کیا۔ یہ ایک ایسا مقام ہے جسے تاریخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کی نسبت سے خاص شرف عطا کیا ہے۔ یہ مسجد مکہ کے شمال مغرب میں تقریباً سات کلومیٹر کے فاصلے پر حدود حرم سے باہر پہلا مقام ہے جہاں سے اہل مکہ یا مکہ میں مقیم افراد عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر ہم نے وضو کیا اور مسجد عائشہ میں داخل ہوئے

مسجد سے باہر بہت سے باتھ روم اور وضو خانے مرد و خواتین کے لیے علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے تھے۔

مسجد عائشہ پہنچ کر میں تھوڑی سی الجھن کا شکار تھی۔ کیونکہ میرے شوہر گھٹنوں کے درد کی وجہ سے زیادہ چل نہیں سکتے۔اس لیے انہیں میں حرم میں آتے جاتے ہوئے بھی ویل چیئر پر لایا اور لے جایا کرتی تھی ان کے پہلے عمرے میں حارث (بھانجے) نے ویل چیئر پر بٹھا کر عمرہ کروایا تھا۔ویل چیئر زوالوں کو شرطے صحنِ حرم (مطاف) میں کعبہ کے قریب نہیں جانے دیتے بلکہ اوپر بر آمدوں میں بھیج دیتے ہیں، اور اس مرتبہ اشرف کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ طواف کعبہ وہیل چیئر کے بغیر اپنے پیروں پر صحنِ حرم میں کریں۔یہی سوچ مجھے پریشان کر رہی تھی کہ حرم کے سات چکر تو اشرف صاحب طے کرلیں گے لیکن صفا و مروہ کی سعی پیدل کرنا ان کے لیے ممکن نہ ہو گا۔اس لیے ویل چیئر کو بھی ساتھ رکھنا ضروری تھا، لیکن صرف ویل چیئر کی نگرانی کے لیے میں عمرہ نہ کروں یہ بھی میرا دل نہیں مان رہا تھا۔اسی شش و پنج میں اللہ تعالی سے مدد مانگی ''یا اللہ اس عمرے میں تو ہمارے لئے آسانیاں عطا فرما اور کوئی ایسا وسیلہ بنا کہ ہر مسئلہ خود بخود حل ہو جائے۔'' سچے دل سے دعا مانگی اور اللہ تعالی کا نام لے کر ہم دونوں نے عمرے کی نیت سے نوافل ادا کیے۔

دل سے عمرے کی نیت کی اور تلبیہ کی صدا بلند کرتے ہوئے حرم کی طرف جانے کے لیے ٹیکسی میں سوار ہوئے۔ ٹیکسی نے ہمیں شاہراہِ ابراہیم خلیل پر کبوتر چوک پر اتارا۔شاہ صاحب کو ان کی ویل چیئر پر بٹھایا زبان پر جاری تھا ''لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمدَ والنعمۃ لک والملک لا شریک لک''، یہ الفاظ صرف زبان سے نہیں نکل رہے تھے روح سے ادا ہو رہے تھے۔ ہر لبیک کے ساتھ دل مزید جھکتا جا رہا تھا، گویا اپنے رب کی پکار پر لبیک کہنے کی سعادت ہمیں ایک بار پھر ملی ہو۔

میں شاہ صاحب کی وہیل چیئر پکڑ کر ابھی چند قدم ہی آگے بڑھی تھی اور سوچ رہی تھی کہ طواف کعبہ کے دوران ویل چیئر کس کے حوالے کروں گی، کہ ایک صاحب احرام باندھے ہوئے میرے پاس آئے اور بولے:

''باجی آپ پیچھے ہو جائیں میں بھائی کی ویل چیئر چلاتا ہوں، میں بھی عمرہ کرنے کی غرض سے ہی جا رہا ہوں۔''

مجھے لگا اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کے لیے کسی فرشتے کو بھیج دیا ہے۔اُن صاحب نے حرم کی طرف بڑھتے ہوئے شاہ صاحب کو بتایا کہ میرا نام خالد سہیل ہے اور میں پاکستان کے شہر ملتان سے آیا ہوا ہوں۔اُن کا اپنا کاروبار تھا اور اکثر عمرہ کے لیے سعودیہ آتے جاتے رہتے تھے۔شاہ صاحب نے ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں پیدل کعبہ کا طواف کرنا چاہتا ہوں۔اس نیک شخص نے کہا کوئی بات نہیں اللہ پاک ضرور مدد فرمائیں گے۔

کعبہ کے قریب صحنِ حرم (مطاف) میں جانے کے لیے الیکٹرک سیڑھیوں سے نیچے اترنا پڑتا ہے اور ویل چیئر والوں کو وہیں روک کر اوپر برآمدوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔خالد سہیل صاحب نے انہی الیکٹرک سیڑھیوں کے پاس موجود کچھ خادمین جو ڈیوٹی پر موجود تھے ان سے درخواست کی کہ کچھ دیر کے لیے ہماری ویل چیئر اپنے پاس امانتاً رکھ لیں، ہم تھوڑی دیر میں طواف کعبہ کے بعد آ کر آپ سے لے لیتے ہیں۔اللہ تعالی کی ذات مسبب الاسباب ہے۔ان خادمین میں سے ایک شخص جن کا تعلق کراچی سے تھا۔طویل عرصے سے یہاں پر ڈیوٹی دے رہے تھے۔ان کا نام مقصود تھا۔انہوں نے کہا:

’’کوئی بات نہیں آپ چیئر یہاں پر رکھ دیں، میری ڈیوٹی آدھے گھنٹے بعد ختم ہونے والی ہے آپ اس سے پہلے واپس آجانا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔‘‘

ہم نے ان صاحب کا بہت شکریہ ادا کیا اور ہم تینوں صحن حرم کی طرف بڑھے۔الیکٹرک سٹیئرز سے نیچے اتر کر عمرہ شروع کرنے سے پہلے کعبہ سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر اللہ تعالی سے خوب خشوع و خضوع سے دعائیں مانگیں۔اس کے بعد وہیں پر زم زم کے کولر ترتیب سے رکھے ہوئے ہیں۔ہم نے آبِ زم زم پیا اور طوافِ کعبہ کی غرض سے آگے بڑھنے لگے تو سہیل صاحب نے نقوی صاحب سے کہا کہ میں طوافِ کعبہ کے بعد مقامِ ابراہیمؑ پر آپ کا انتظار کروں گا، آپ وہیں میرے پاس آجایئے گا۔اس کے بعد سہیل صاحب طوافِ کعبہ کے لئے آگے بڑھ گئے میں اور نقوی صاحب آہستہ آہستہ طواف کے لئے عازمین کے ہجوم میں شامل ہو گئے۔

زبان پر جاری تھا:

’’ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیدُ طَوافَ بَیْتِکَ الْحَرَامَ فَیَسِرہُ لِیْ وَ تَقبَّلْہُ مِنِی‘‘

ترجمہ: ''اے اللہ عزوجل میں تیرے محترم گھر کا طواف کرنے کا ارادہ کرتی ہوں تو اسے میرے لیے آسان فرمادے اور میری جانب سے اسے قبول فرما۔''

اب کعبے کی طرف منہ کیے اپنی سیدھی طرف تھوڑا سا چل کر حجر اسود کے ٹھیک سامنے آئے دونوں ہتھیلیاں اس کی طرف اس طرح کانوں کی طرف اٹھائیں کہ ان کا رخ حجر اسود کی طرف رہے اور پھر پڑھا:

''بسم اللہ والحمدللہ اکبر والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ''

ترجمہ: ''شروع اللہ عزوجل کے نام سے اور تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں اور اللہ عزوجل بہت بڑا ہے اور اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود و سلام ہوں۔''

ہم نے دور ہی سے ہاتھ بلند کیے حجر اسود کی طرف اشارہ کیا اور دل میں بوسہ دے دیا۔ (اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے آمین)۔ یہ پہلا عمرہ تھا جو میں اور نقوی صاحب اکٹھے ادا کر رہے تھے۔ طوافِ کعبہ کے دوران ہم دونوں نے دنیا و آخرت کے لئے خوب دعائیں مانگیں۔ طواف کے سات چکر پورے ہوئے۔ تو ہم نے مقام ملتزم پر کھڑے ہو کر اچھے طریقے سے اپنے اپنے والدین، اولاد، بہن بھائی، عزیز و اقارب، سہیل صاحب، مقصود صاحب اور تمام امت مسلمہ کے حق میں دعائیں کیں۔ اب ہم دونوں مقام ابراہیم کے قریب آئے تو سہیل صاحب پہلے سے وہاں پر موجود تھے۔ ہم تینوں نے مقامِ ابراھیم کے نوافل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مطابق ادا کئے۔

اور اب ہم تینوں واپس مقصود صاحب کے پاس آئے۔ تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کیا، وہیل چیئر واپس لی۔ سہیل صاحب نے اشرف صاحب کو ویل چیئر پر بٹھایا اور مقامِ صفا کی طرف بڑھے، میں بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

مقامِ صفا، مروہ پر آج بہت زیادہ رش تھا۔ سہیل صاحب نے کہا ہم اوپر والے بر آمدے میں جا کر سعی کریں گے۔ وہ ہمیں لے کر اوپری بر آمدے میں آگئے۔ یہاں پر واقعی رش بہت کم تھا۔ اب سعی کی دعا کی گئی۔ حرمِ پاک میں آبِ زم زم کا انتظام ہر جگہ موجود ہے۔ تھوڑا زم زم پیا گیا اور پھر سعی کے سات چکر مکمل کیے گئے۔ سعی کے دوران بھی خوب دعائیں مانگی گئیں۔ اللہ

رب العزت قبول و منظور فرمائے آمین۔ سعی کے چکر مکمل کرنے کے بعد ایک بار پھر اچھی طرح زم زم پیا۔ نقوی صاحب اور سہیل صاحب مجھ سے آگے کچھ فاصلے پر نوافل ادا کر رہے تھے۔ میں نے بھی عمرہ کے نوافل ادا کئے۔ اس کے بعد اپنے بالوں کی ایک چھوٹی سی لٹ تراشی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ عمرہ خیر و عافیت کے ساتھ مکمل ہوا۔

عمرہ مکمل ہوا تو ساتھ ہی حرمِ پاک میں اذانِ ظہر کی آواز گونجنے لگی۔ سہیل صاحب نقوی صاحب کی ویل چیئر لے کر نچلے برامدے میں آ گئے۔ یہاں پر میں نے اپنا مصلیٰ خواتین کی صفوں میں بچھایا، نقوی صاحب اور سہیل صاحب کچھ فاصلے پر مردوں کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ مجھے اس وقت نماز کے لئے جو جگہ ملی وہ آبِ زم زم کے کنویں کے اوپر کی جگہ تھی۔ جہاں سے سعی کے دوران حجاج کرام کو دوڑتے ہوئے گزرنے کا حکم ہے۔ سنا ہے یہ جگہ دعاؤں کی قبولیت کی جگہ ہے۔

نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو سہیل صاحب نے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا اور نقوی صاحب کی وہیل چیئر لے کر حرمِ پاک سے باہر کی طرف کو چلنا شروع کر دیا۔ میں بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے چلتی رہی۔ صحنِ کعبہ کے سامنے ہی مکہ ٹاور ہے۔ مکہ ٹاور کے شروع میں ہی بہت سی حجام کی دکانیں ہیں۔ سہیل صاحب، نقوی صاحب کو لے کر حجام کی دکان میں چلے گئے میں حجام کی دکانوں کے باہر میز کرسیاں رکھی ہوئی تھیں وہیں پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد یہ دونوں صاحبان دکان سے باہر آئے۔ سہیل صاحب کہنے لگے ابھی نماز عصر میں کافی ٹائم باقی ہے اور عمرہ کی تھکاوٹ بھی ہے بہتر ہے کہ ہم اپنے اپنے ہوٹل واپس چلتے ہیں تا کہ کچھ دیر آرام کر لیں۔ لہٰذا ہم تینوں شاہراہِ ہجرہ کی طرف بڑھے۔ کبوتر چوک تک سہیل صاحب نقوی صاحب کی وہیل چیئر چلا کر لائے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہیں سامنے ہی میرا ہوٹل ہے۔ ہم نے ان کا بڑی دعاؤں کے ساتھ دلی شکریہ ادا کیا اور میں نے شاہ صاحب کی وہیل چیئر پکڑی اور ہم دونوں اپنے ہوٹل کی طرف چل دیے۔

مقصود صاحب کے حق میں اور سہیل صاحب کے حق میں آج بھی دل سے ڈھیروں دعائیں نکلتی ہیں بے شک یہ دونوں اصحاب ہمارے لیے فرشتہ صفت ہی ثابت ہوئے تھے۔

آج مکہ میں قیام کیے ہوئے تقریباً ہمیں آٹھ دن ہو گئے تھے۔ جمعہ کا مبارک دن تھا اور بھائی افتخار اور باجی فرحت نے آج مکہ پہنچنا تھا اور مکہ سے ہمیں واپس جدہ لے جانا تھا۔ باجی اور بھائی جان صبح جلد ہی مکہ تشریف لے آئے۔

وہ گھر سے عمرہ کی نیت کرکے آئے تھے لہٰذا حرم شریف میں تشریف لے گئے۔ عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد ہمارے پاس ہوٹل آ گئے۔ تھوڑی دیر آرام کیا۔ آج افتخار بھائی اپنے ساتھ اپنے بھائی کے داماد جن کا نام رضوان شاہ تھا کو بھی ساتھ لائے ہوئے تھے۔ رضوان صاحب کا مکہ میں ایک ہوٹل بھی تھا اور ٹریولنگ یعنی حجاج کرام کو زیارات دکھانے کا کام بھی کرتے تھے۔ بھائی افتخار نے کہا کہ آج آپ کو مکہ کی مبارک زیارات کرواتے ہیں۔ دوپہر میں نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر ہوٹل سے ہمارا سامان گاڑی میں رکھا اور ہم سب زیاراتِ مقدسہ کے لئے جبل ثور کی طرف روانہ ہوئے۔

جبلِ ثور: جبلِ ثور مکہ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ مکہ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے کچھ ہی دیر میں ہم جبل ثور کے سامنے تھے، جو کہ نہایت بلند و بالا مشکل چڑھائی والا پہاڑ ہے۔ یہاں پر پتھر بھی بکثرت ہیں سورج کی تپش، پتھریلے پہاڑ کی چڑھائی، دشمنوں کا تعاقب، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اپنے یارِ غار کے ساتھ ہجرت کا واقعہ ذہن میں گھوم گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تکلیفوں کا سوچ کر دل بھر آیا۔

> ''یہاں پتھر بھی بکثرت ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور کہا جاتا ہے کہ آپ نشان قدم چھپانے کے لیے پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ بہر حال وجہ جو بھی رہی ہو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اٹھا لیا اور دوڑتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار کے پاس جا پہنچے جو تاریخ میں غار ثور کے نام سے معروف ہے۔ غار کے پاس پہنچ کر ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا خدا کے لیے ابھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہو کر دیکھے لیتا ہوں اگر اس میں کوئی چیز ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بجائے مجھے اس سے سابقہ پیش آئے گا۔

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ اندر گئے اور غار کو صاف کیا ایک جانب کئی سوراخ تھے جنہیں اپنا تہبند پھاڑ کر بند کیا لیکن دو سوراخ باقی بچ رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں پر اپنے پاؤں رکھ دیے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کی کہ اندر تشریف لائیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔ ادھر ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاؤں میں کسی چیز نے ڈس لیا، مگر اس ڈر سے ہلے بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جاگ نہ جائیں لیکن ان کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہرے پر ٹپک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ابو بکر تمہیں کیا ہوا عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس پر لعاب دہن مبارک لگایا اور تکلیف جاتی رہی۔ یہاں دونوں حضرات نے تین راتیں یعنی جمعہ، سنیچر اور اتوار کی راتیں چھپ کر گزاریں۔ اس دوران ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بھی یہیں رات گزارتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بیان ہے کہ وہ گہری سوجھ بوجھ کے مالک سخن فہم نوجوان تھے۔ سحر کی تاریکی میں ان دونوں حضرات کے پاس سے چلے جاتے اور مکہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا انہوں نے یہیں رات گزاری ہے۔ پھر آپ دونوں کے خلاف سازش کی جو کوئی بات سنتے اسے اچھی طرح یاد کر لیتے اور جب تاریکی گہری ہو جاتی تو اس کی خبر لے کر غار میں پہنچ جاتے۔ ادھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے غلام (عامر بن فہیرہ) بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح دونوں حضرات رات کو آسودہ ہو کر دودھ پی لیتے پھر صبح تڑکے میں عامر بن فہیرہ بکریاں ہانک کر چل دیتے تینوں رات انہوں نے یہی کیا مزید یہ کہ عامر بن فہیرہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے مکہ جانے کے بعد انہی کے نشانات قدم پر بکریاں ہانکتے تھے تا کہ نشانات مٹ جائیں"

حوالہ:

(مولانا صفی الرحمن مبارک پوری :الرحیق المختوم:4 شیش محل روڈ لاہور: صفحہ نمبر: ۲۳۰-۲۳۱)

ہم سب جبل ثور کو دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت و تکالیف اور

ساتھ ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے والہانہ محبت عشق اور قسمت پر رشک کر رہے تھے۔اس موقع پر سورہ توبہ کی آیت کانوں میں گونج رہی تھی جو اللہ تعالی نے اس موقع پر نازل فرمائی تھی:

’’ لا تحزن ان اللہ معنا‘‘

ترجمہ:

’’غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔‘‘

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَاۚ-فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰىؕ-وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَاؕ-وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(۴۰)

ترجمہ: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حوالہ: (سورہ التوبہ: آیت نمبر ۴۰ پارہ نمبر ۱۰)

یہ الفاظ گونج بن کر میرے دل میں اتر رہے تھے، دل کانپ رہا تھا اور آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں ان لمحوں کو محسوس کر رہی ہوں جو ساڑھے چودہ سو سال پہلے گزرے تھے۔یہ زیارت صرف ایک تاریخی مقام کا مشاہدہ نہیں بلکہ ایمان کے اس سبق کی تجدید تھی کہ اللہ کی مدد ہمیشہ اہل یقین کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو کبھی تنہا اور بے آسرا نہیں چھوڑتا۔

زیارتِ جنت المعلیٰ:

جنت المعلیٰ مسجد الحرام (کعبہ شریف) سے تقریبا ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب واقع ہے۔ ہمیں گاڑی پر تقریبا ۵ سے ۱۰ منٹ جانے میں لگے ہوں گے۔

اگر حرم سے پیدل جائیں تو تقریباً ۲۰ سے ۳۰ منٹ لگ جاتے ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ کا قدیم اور تاریخی قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی)۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے خاندان کے کئی افراد، صحابہ کرام اور تابعین کی قبور بھی یہاں پر موجود ہیں۔

ہم نے اماں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تمام اہلِ قبور کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ جنت المعلیٰ کا دیدار کیا اور حرم پاک میں مکمل کیا گیا قرآن پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بیٹوں اور آپ کے خاندان والوں کو اور تمام مومنین کو اس کا ثواب پیش کیا۔ فاتحہ پڑھی گئی اور ان پاک ہستیوں کے وسیلے سے بہت سی دعائیں مانگنے کے بعد وہاں سے روانگی ہوئی۔

میدانِ عرفات:

جنت المعلیٰ کے بعد ہم لوگ میدان عرفات کی طرف بڑھے۔ میدان عرفات جسے عرفہ بھی کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۲۰ کلومیٹر (۱۲ میل) مشرق کی جانب ہے۔ جب ہم میدانِ عرفات میں پہنچے تو شام کا وقت ہو رہا تھا۔ گرمی کی شدت شام کا وقت ہونے کے باوجود کافی زیادہ تھی۔ اس موقع پر باجی اور بھائی جان نے بتایا کہ حج کا سب سے اہم رکن وقوفِ عرفات ہے جو نو ذی الحجہ کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس دن تمام حاجی میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ نو ذوالحجہ کو سورج ڈھلنے کے بعد سے مغرب تک حاجی میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ:

'' الحج العرفه'' ترجمہ:

''حج عرفہ ہے'' یعنی حج وقوفِ عرفات ہے۔ (سنن ترمذی)

یہ دن دعاؤں کی قبولیت کا خاص وقت سمجھا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس دن بہت سی دعائیں کیں۔ عرفات میں مغرب کی نماز نہیں پڑھی جاتی بلکہ حاجی مغرب کے بعد نماز ادا کیے بغیر مزدلفہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ جہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھی

جاتی ہیں۔ میدان عرفات وہ مقام ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام جنت سے نکالے جانے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد دوبارہ ملے تھے۔ اسی لیے اسے عرفہ کہا جاتا ہے، یعنی ''پہچان لینا''حجۃ الوداع ۱۰ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس میدان میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کے سامنے خطبہ حجۃ الوداع دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دین اسلام کے مکمل ہونے کی خوشخبری دی:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' (سورہ المائدہ:۳)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔''

۹ ذوالحج وہ دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے حاجیوں پر فخر کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے:

''میرے بندے بکھرے بال غبار آلودہ حالت میں میرے پاس آئے ہیں۔ میں نے ان کے گناہ معاف کر دیے۔''

(مسند احمد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن کی سب سے بہتر دعا وہ ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کی:

''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ''(موطا امام مالک)

ہم سب میدان عرفات میں مسجد نمرہ کے بالکل سامنے کھڑے تھے۔ لبوں پر دعائیں جاری تھیں۔ یارب العالمین آج ہم یہاں زیارت کی نیت سے آئے ہیں۔ ہمیں یہاں بار بار حج کے لیے آنا نصیب فرما (آمین یارب العالمین)۔ میدان عرفات انتہائی وسیع و عریض میدان ہے۔ اس میں لاکھوں حاجی بیک وقت اکٹھا ہوتے ہیں۔ اس وسیع و عریض میدان میں کہیں کوئی سایہ دار درخت یا کوئی چھتریاں (جیسا کہ مدینہ منورہ میں ہیں) موجود نہیں ہیں۔ کہیں کہیں کچھ چھوٹے چھوٹے سے درخت لگائے گئے تھے۔ مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جن کے سائے میں بیٹھا جا سکے۔ افتخار بھائی نے بتایا کہ یہ پودے جنرل ضیاء الحق صاحب نے پاکستان سے یہاں پر لگوانے کے لئے تحفۃً بھجوائے تھے۔ حج ایک مشقت بھری عبادت ہے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کے دن اپنے

بندوں سے راضی ہو جاتا ہے کہ اس کے ماننے والے جان، مال کی قربانی دے کر صرف اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔

مسجدِ نمرہ:

جس وقت ہم مسجد نمرہ پہنچے تو وہ بند تھی۔ کیونکہ یہ مسجد پورے سال میں صرف ایک مرتبہ حج کے موقع پر کھلتی ہے۔ اس لیے اس کے اندر تو نہیں جا سکے لیکن باجی اور بھائی نے بتایا کہ یہ مسجد دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ میدان عرفات میں اور دوسرا تھوڑا سا باہر ہے۔ اس لیے جو حاجی عرفات والے حصے میں موجود ہوتے ہیں ان کا حج ''وقوف عرفہ'' درست شمار ہوتا ہے۔ مزید بتایا کہ اس مسجد میں تقریباً تین لاکھ حاجیوں کی گنجائش ہے۔ اور یہاں پر ایک عظیم الشان مینار بھی دکھایا اور بتایا کہ موجودہ مسجد نمرہ کا ڈھانچہ سعودی حکومت نے جدید طرز پر بنوایا ہے اور اس میں جدید ترین آڈیو سسٹم بھی نصب ہے۔ جس کی وجہ سے خطبہ پوری وادی میں سنا جا سکتا ہے۔

جبلِ رحمت:

جبل رحمت میدان عرفات کے قلب میں واقع یہ مقام اللہ تعالی کی رحمت، بندے کی توبہ اور قرب الٰہی کا مظہر ہے۔ یہی وہ مبارک پہاڑی ہے جہاں اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی نسبت سے اس پہاڑ کو ''جبل رحمت'' یعنی ''رحمت کا پہاڑ'' کہا جاتا ہے۔ اس پہاڑ کی سب سے بڑی عظمت اس دن سے وابستہ ہے جب سید الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۱۰ ہجری میں اپنے آخری حج کے موقع پر اسی مقام پر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لاکھوں صحابہ کرام کے سامنے مشہور زمانہ ''خطبہ حجۃ الوداع'' ارشاد فرمایا تھا جو انسانیت کے لیے تا قیامت ایک کامل منشور حیات ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع

آپ کے حکم سے قصواء پر کجاوا کسا گیا اور آپ بطنِ وادی میں تشریف لے گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ نے ان کے درمیان ایک جامع خطبہ ارشاد

فرمایا:

''لوگو! میری بات سن لو کیونکہ میں نہیں جانتا شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی نہ مل سکوں تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی، اور موجودہ شہر کی حرمت۔

سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ انہی ایام میں قبیلہ حذیل نے اسے قتل کر دیا، اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس رضی اللہ بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارا کا سارا سود ختم ہے۔ ہاں عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے۔ اور اللہ کے کلمے کے ذریعے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مار سکتے ہو، لیکن سخت مار نہ مارنا اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں معروف کے ساتھ کھلاؤ اور پہناؤ، اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

لوگو! یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں لہٰذا اپنے رب کی عبادت کرنا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ خوشی خوشی اپنے مال کی زکوۃ دینا۔ اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا، اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا۔ ایسا کروگے تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہوگے۔ اور تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے۔

تو تم لوگ کیا کہوگے؟

صحابہ نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا، اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔ یہ سن کر آپ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا:

''اے اللہ گواہ رہ'' آپ کے ارشادات کو ربیعہ بن امیہ بن خلف اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا۔

(ترجمہ): ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسندیدہ کر دیا۔''

حوالہ: (مولانا صفی الرحمن مبارکپوری: الرحیق المختوم: شیش محل روڈ لاہور: صفحہ:۶۱۶-۶۱۷)

۲۰۲۲ء میں جب مجھے اور میرے شوہر کو عمرے کی سعادت کے ساتھ ساتھ مقاماتِ مقدسہ کی زیارات نصیب ہوئیں خاص کر میدان عرفات اور جبل رحمت کی زیارت یہ ہمارے لیے کسی دیرینہ خواب کے پورے ہونے سے کم نہ تھا۔ اس مقام پر کھڑے ہو کر ہم نے دل کی گہرائی سے دعائیں کیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے وقت رک گیا ہو اور ہم اس لمحے میں سانس لے رہے ہوں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع فرمایا تھا۔ آپ کے الفاظ ذہن میں گونج رہے تھے۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور دل سے یہی پکار نکل رہی تھی:

''اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت میں زندہ رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستے پر موت دینا، اور روز محشر ان کے ساتھ ہمارا حشر فرمانا''۔ یہ لمحے میری زندگی کے سب سے قیمتی ترین لمحات میں سے تھے اور جبل رحمت کے سائے میں مانگی گئی دعائیں اور گزاری گئی گھڑیاں میری قسمت کی سب سے روشن ساعتیں تھیں۔ میدان عرفات، جبل رحمت کی زیارت کے بعد باجی اور بھائی ہمیں لے کر مزدلفہ کی طرف بڑھے۔

مزدلفہ:

مزدلفہ ایک مقدس وادی ہے۔ جو مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان میں واقع ہے۔ اس مقام پر ٹھہرنا حج کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جو وقوف مزدلفہ کے نام سے معروف ہے۔ حجاجِ کرام نو ذوالحجہ کو عرفات سے غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ آتے ہیں اور یہاں رات گزارتے ہیں۔ اس قیام کو ''مبیت'' کہتے ہیں۔

قرآن پاک سورۃ البقرہ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ-فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ-وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَ اِنْ كُنْتُمْ

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ۝

ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، تو جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو یاد کرو اور اس کا ذکر کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً بھٹکے ہوئے تھے۔

مشعر الحرام مزدلفہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ جو اس جگہ کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مزدلفہ میں ایک مسجد بھی مسجد مشعر الحرام کے نام سے بنائی گئی ہے۔ اس کی بھی ہمیں زیارت باہر سے ہی کروائی گئی۔ کیونکہ یہ مسجد بھی مسجد نمرہ کی طرح سال میں صرف ایک مرتبہ حج کے موقع پر کھلتی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں رات گزاری، نمازیں جمع کرکے پڑھیں (مغرب اور عشاء) اور صبح صادق کے بعد مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر فرمایا۔

حاجی حضرات مزدلفہ سے ہی کنکریاں (شیطان کو مارنے کے لیے) چنتے ہیں اور یہیں پر رات بسر کرتے ہیں۔ یہ قیام عاجزی، توکل اور قربِ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ کھلے آسمان تلے ہزاروں حاجی یکساں لباس میں اللہ کی یاد میں مصروف ہوتے ہیں۔ جو یقیناً قیامت کے دن کی منظر کشی بھی کرتا ہے۔ میں نے بھی اس جگہ پر کھڑے ہو کر تصور کی آنکھ سے حجۃ الوداع کو محسوس کرنے کی کوشش کی اور دل سے دعا نکلی کہ:

”یارب! ہمیں بھی حج کی سعادت نصیب فرما۔ اگلی بار اس وادی میں حج کی نیت سے پوری رات کے لیے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ٹھہریں۔“ (آمین)

وادیِ محسر:

عرفات سے مزدلفہ اور پھر مزدلفہ سے منیٰ کی جانب ہم رواں دواں تھے۔ دن ڈھل چکا تھا اور اندھیرا چھا رہا تھا۔ جب ہماری گاڑی ایک ایسی وادی سے گزری جس کے بارے میں باجی فرحت نے ہلکی آواز میں بتایا کہ ”یہ وادی محسر ہے“

میں نے کھڑکی سے باہر جھانکا چٹیل میدان، گرد آلود فضا اور خاموشی۔ مگر اس خاموشی

میں ایک ہولناک صدا چھپی ہوئی تھی۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں صدیوں پہلے ابراہہ کی فوج خانہ کعبہ پر حملے کے ارادے سے پہنچی تھی۔ ہاتھیوں کا لشکر غرور سے بھرا ہوا، اپنے خیال میں ایک عمارت گرانے آیا تھا۔ لیکن وہ یہ نہ جانتے تھے کہ وہ عمارت اللہ تعالی کا گھر ہے جس کی حفاظت خود رب العالمین نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ مجھے اس وقت ''سورہ الفیل'' یاد آئی۔

ترجمہ: ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟''

یہ وہی مقام تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے لشکر بھیجے۔ چھوٹے پرندے جو آگ برساتے پتھر لیے ہوئے آئے اور لمحوں میں ابراہہ کی ساری فوج کھائے ہوئے بھوسے کی طرح خاک میں ملادی گئی۔ نہ کوئی ہاتھی بچا اور نہ کوئی سپاہی۔ زمین وہی تھی آسمان بھی ویسا ہی، مگر منظر آج مکمل خاموش تھا۔ میں نے دل ہی دل میں دعا کی۔

''اے رب کعبہ! ہمیں بھی ہر باطل، ہر شیطانی وسوسے، ہر غرور، سے بچالے۔ ہمیں بھی ان ابابیلوں کی طرح تیری راہ میں کام آنے والا بنادے۔'' اس جگہ سے گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھائی گئی۔ بے شک یہ وادی مغروروں کی عبرت کا نشان اور عظمتِ الٰہی کا مقام ہے۔

وادیِ منیٰ: جب ہم وادیِ منیٰ پہنچے تو یہ ایک بہت وسیع وعریض میدان تھا۔ جس میں بہت سے خیمے بھی موجود تھے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ کے مشرق میں تقریبا آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہے۔ یہ مقام اسلامی تاریخ اور عبادات میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی کے حکم پر اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس قربانی کی یاد میں ہر سال لاکھوں مسلمان یہاں جانور قربان کرتے ہیں۔ باجی نے بتایا کہ حجاج کرام ۱۰ ذی الحجہ کے دن منیٰ پہنچتے ہیں۔ جہاں وہ قربانی کرتے ہیں، شیطان کو کنکریاں (رمی، جمرات) مارتے ہیں اور بعض اوقات اپنے قیام کو ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ تک بڑھاتے ہیں۔ وادیِ منیٰ میں ان کے قیام کی ترتیب کچھ یوں ہوتی ہے۔ سب سے پہلے جمرہ عقبہ (بڑا شیطان) کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اس کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔ پھر بال منڈوائے یا کٹوائے (حلق یا تقصیر) جاتے ہیں۔ اس کے بعد حاجی احرام کھول کر عام حالت میں آسکتے ہیں۔ ۱۰ ذی الحجہ کو بڑے شیطان کو قربانی کے بعد سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ کو تینوں

جمرات یعنی شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔پہلے دن بڑے شیطان کو سات اور دوسرے اور تیسرے دن تینوں شیطانوں کو کل ۲۱ کنکریاں ماری جاتی ہیں۔اس طرح کل ۴۹ کنکریاں تین دنوں میں ماری جاتی ہیں۔یہ ترتیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔

مقامِ جمرات:

منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان سفر کرتے ہوئے ایک مقام پر کچھ دیر کے لیے گاڑی روک کر باجی اور بھائی نے بتایا یہ سامنے جو اونچی اونچی دیواریں ہیں یہی جمرات کہلاتی ہیں۔جمرہ اصغر،اوسط،اور جمرہ اکبر۔مقام جمرات وادیِ منیٰ میں ہی ہیں۔یہ سنتے ہی دل میں سنجیدگی سی اتر آئی۔

ہم گاڑی سے اترے اور سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر ان مقامات کو دیکھا جہاں شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ان جمرات کی طرف دیکھتے ہوئے ذہن خود بخود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی طرف چلا جاتا ہے جب اللہ نے ان سے ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا مطالبہ فرمایا۔تصور کیجئے!ایک باپ جسے برسوں کی دعاؤں کے بعد بیٹے جیسی نعمت سے نوازا گیا ہو،اسے اب حکم ملا کہ:

اسے اللہ کے لیے قربان کر دے اور بیٹا جو خود بھی نبی تھا۔بلاچوں چراں کہتا ہے:

”ابا جان! جو حکم آپ کو ملا ہے، اسے پورا کیجیے ،انشاءاللہ آپ مجھے صابروں میں پائیں گے“۔حضرت ابراہیم ،حضرت اسماعیل کو قربان کرنے کے لیے ساتھ لے کر چلے تو شیطان نے راستے میں آ کر تین مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم نے تینوں مقامات پر اسے کنکریاں ماریں آج یہی مقامات جمرہ اصغر، جمرہ اوسط اور اکبر کہلاتے ہیں۔

ہم جمرہ اکبر کے قریب کھڑے تھے۔دل میں عجیب سی لرزش تھی۔یہ وہی مقام ہے جہاں شیطان کی شکست کی یاد منائی جاتی ہے جو ایمان،اطاعت اور قربانی کی فتح کا نشان ہے۔اگرچہ ہم وہاں صرف چند لمحوں کے لیے رکے مگر وہ لمحے دل میں نقش ہو گئے۔آنکھیں بند کر کے میں نے دل ہی دل میں دعا کی:

''اے رب کریم ہمیں بھی وہی اخلاص وہی تابعداری اور وہی قربانی کا جذبہ عطا فرما جو تو نے اپنے خلیل اور ذبیح کو عطا فرمایا تھا۔ آمین یارب العالمین۔''

مسجدِ فیض:

وادیِ منیٰ میں ہی ہمیں ''مسجد الخیف'' یا عرف عام میں ''مسجد فیض'' کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ یہ ایک بڑی اور کشادہ مسجد ہے۔ جو جدید سہولیات سے آراستہ ہے۔ یہاں حج کے دنوں میں خطبے دیے جاتے ہیں۔ یہ مسجد جمعرات کے قریب موجود ہے۔ حج کے دنوں میں لاکھوں حجاج کرام یہاں نماز ادا کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بہت سے انبیاء کرام نے اس مقام پر قیام کیا اور نمازیں ادا کیں۔ جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

غارِ حرا:

اب ہم سب جبل نور کے سامنے موجود تھے۔ یہ پہاڑ مکہ مکرمہ سے تقریبا دو میل کے فاصلے پر ہے۔

> ''آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عمر جب ۴۰ برس کے قریب ہو چلی اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اب تک کے تاملات نے قوم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہنی اور فکری فاصلہ بہت وسیع کر دیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہائی محبوب ہو گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستو اور پانی لے کر مکہ سے کوئی دو میل دور کوہ حرا کے ایک غار میں جا رہتے۔ یہ ایک مختصر سا غار ہے جس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے۔ یہ نیچے کی جانب گہرا نہیں ہے۔ بلکہ ایک مختصر راستے کے بازو میں اوپر کی چٹانوں کے باہم ملنے سے ایک کوتل کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جاتیں، اور قریب ہی کسی جگہ پر موجود رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان بھر اس غار میں قیام فرماتے۔ آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور بقیہ اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔''

حوالہ: (الرحیق المختوم: صفحہ نمبر:۹۶)

''جب حرا میں خلوت نشینی کا تیسرا سال آیا تو اللہ تعالی نے چاہا کہ روئے زمین کے باشندوں پر اس کی رحمت کا فیضان ہو۔ چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبوت سے مشرف کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''پڑھو! آپ نے فرمایا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا: پڑھو! میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا:

(ترجمہ) "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے۔'' (الرحیق المختوم صفحہ نمبر ۹۸۔۹۹)

جب ہم کوہ حرا کے پاس پہنچے تو رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ پہاڑ تقریبا ۲۱۰۰ فٹ بلند ہے ۔غار تک پہنچنے کے لیے زائرین کو ۱۲۰۰ سے زائد پتھریلی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ ہماری گاڑی اس وقت رضوان صاحب ڈرائیو کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ جہاں تک گاڑی میں بیٹھ کر پہاڑ کی چڑھائی چڑھی جاسکتی ہے میں آپ کو اوپر کی زیارت کروادیتا ہوں۔اب ہماری گاڑی پہاڑ کے اوپر چڑھائی چڑھ رہی تھی۔ حیرت انگیز طور پر ایسا لگ رہا تھا کہ چڑھائی ۸۵ سے ۹۰ ڈگری پر ہو رہی ہے۔ بہر حال کافی اونچائی تک ہمیں لے جایا گیا۔ بہت سے لوگ اس وقت بھی پیدل حرا کی بلندیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس پہاڑ پر لوگ آباد بھی تھے لوگوں کے گھر اور دکانیں موجود تھیں۔غار حرا تک تو ہم نہیں جاسکے لیکن دل میں دعائیں ضرور کرتے رہے کہ:

یا اللہ! ہمیں اپنے محبوب کے شہر میں بار بار آنا نصیب فرما اور آئندہ جب حاضری ہو تو تسلی سے تمام زیارات کرنے کا موقع بھی نصیب فرمانا۔ آمین

مسجدِ شجرہ:

جبلِ نور کے بعد اب ہم ''مسجد شجرہ المعجزیہ'' کے سامنے تھے۔ یہ ایک چھوٹی سی خوبصورت، پروقار اور بابرکت مسجد ہے۔ کفار مکہ نے کئی بار نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

سے معجزے دکھانے کا مطالبہ کیا۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قریبی درخت کو بلایا احادیث میں آتا ہے کہ یہ درخت زمین سے جڑیں نکال کر چلتا ہوا آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جھکا اور پھر اشارہ ملنے پر واپس اپنی جگہ چلا گیا، یہ مسجد اسی معجزے کو زندہ رکھنے کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔ ہم سب نے وہاں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھا اور دعائیں کیں۔

اے اللہ! ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں میں شامل فرما ہمیں ان کی سنت کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما آمین۔

مسجدِ جن: مسجدِ شجرہ کے بعد ہماری اگلی زیارت گاہ مسجد جن تھی۔ مسجد جن ''جبل الحجون'' کے قریب واقع ہے۔ اسے ''مسجد بیعت'' اور ''مسجد حرس'' بھی کہا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات مقام نخلہ میں نماز اور قرآن کی تلاوت میں مشغول تھے تو جنات کا ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ وہ قرآن کی دل نشیں اور پر اثر تلاوت سے متاثر ہوئے اور خاموشی سے بیٹھ کر سننے لگے۔ بعد میں انہوں نے اپنی قوم میں جا کر اللہ کے دین کی تبلیغ کی۔ اس واقعے کا ذکر قران مجید کی ''سورہ الاحقاف: آیات: ۲۹ تا ۳۲'' اور مکمل ''سورۃ جن'' میں بھی موجود ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اسی مقام پر جنات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور دین اسلام قبول کیا۔ اسی نسبت سے اس مسجد کو مسجد بیعت بھی کہا جاتا ہے۔ اسی واقعے کی یادگار کے طور پر یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ مسجد کی عمارت مختصر مگر خوبصورت ہے جس میں سادگی غالب ہے۔ زائرین یہاں پر خاموشی سے نوافل ادا کرتے ہیں اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی اس مقام پر دعا کی کہ:

''یا اللہ! جس طرح تو نے اپنی مخلوقات میں سے جنات کو بھی قرآن کے نور سے ہدایت عطا فرمائی ہمارے دلوں کو بھی اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے ہمارے دلوں میں اپنی محبت اور اپنے محبوب نبی کی محبت عطا فرما دے۔ ہمیں دین کی صحیح سمجھ، اخلاص اور استقامت عطا فرما دے۔ (آمین)''

مسجد جن کی زیارت کے بعد اب ہم سب واپسی کے لیے جدہ کی طرف رواں دواں

تھے۔چند دن جدہ میں قیام رہا۔ان دنوں میں ہر شام باجی اور بھائی ہمیں جدہ کے کسی خوبصورت مال یا تفریحی جگہ پر لے جاتے۔

کچھ دن کے بعد طے ہوا کہ آنے والے جمعہ کو صبح فجر کی نماز کے بعد مدینہ جائیں گے۔جہاں پر ہم دونوں میاں بیوی ایک ہفتہ رہیں گے۔باجی اور بھائی ہمیں وہاں پر چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرکے واپس آجائیں گے اور اگلے جمعہ ہمیں واپس لینے آجائیں گے لہٰذا جمعرات کی رات کو ہی ہم نے ضرورت کی تمام اشیاء پیک کیں۔تا کہ صبح کو نماز فجر پڑھنے کے فورا بعد سفر شروع کیا جاسکے۔

مدینہ روانگی:

جمعہ کی خوشگوار اور مبارک صبح کا آغاز ہوا تو فجر کی اذان کے ساتھ ہی سب اٹھ گئے اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے۔اللہ رب العزت سے دعائیں مانگیں:

یا اللہ! ہمیں خیر وعافیت کے ساتھ اپنے محبوب کے در کی حاضری نصیب فرما۔باجی نے تھرمس بھر کر چائے بنائی اور کچھ ڈرائی فروٹ اور فریش فروٹ بھی ساتھ میں رکھ لیے۔سامان گاڑی میں رکھا اور ہم سب جدہ کے پر رونق شہر سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔سورج ابھی پوری طرح افق سے ابھرا نہ تھا۔کار کا رخ شمال کی جانب تھا اور دل کا رخ سوئے مدینہ۔جدہ کے مضافات پیچھے رہتے گئے اور جلد ہی ہم شاہراہِ طریقِ مدینہ منورہ پر تھے۔

جدہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ تقریبا ۴۲۰ سے ۴۵۰ کلومیٹر ہے جو کہ بس یا کار پر عام طور پر چار سے پانچ گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔راستہ کشادہ تھا لیکن خاموشی گہری۔ایک طرف صحرا کا سناٹا دوسری طرف پہاڑوں کی سنگلاخ چپ اور درمیان میں ہم دل میں آقا سے ملاقات کی طلب لیے۔گاڑی میں قرآن پاک کی تلاوت ’’فبایٔ الآءِ ربکما تکذبٰن (سورہ الرحمٰن)‘‘ دل پر اثر کر رہی تھی،اور زبان بار بار اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی کہ بے شک انسان اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور رحمتوں کا شکر ادا کرے۔بے شک اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

صبح کا اجالا چاروں طرف پھیلنا شروع ہو چکا تھا۔راستے میں چند چھوٹے سٹیشن آئے لیکن ہماری نظریں دُور اس روشنی کو تلاش کر رہی تھیں جہاں مسجد نبوی کا پہلا مینار دکھائی دے۔سفر کرتے ہوئے تقریبا دو گھنٹے گزر چکے تھے۔راستے میں ایک مقام پر چھوٹی سی آرام گاہ اور واش

روم وغیرہ بنے ہوئے تھے۔وہاں پر کچھ دیر کے لیے گاڑی روک کر چائے پی گئی۔اس جگہ پر ہوا بہت تیز چل رہی تھی۔اور ڈرائیونگ کرتے ہوئے گاڑی بھی ہلکے ہلکے ڈول رہی تھی۔ اب گاڑی میں نعتیں چل رہی تھیں۔ آنکھیں نم تھیں اور زبان پر درود جاری تھا۔مدینہ شروع ہونے سے کوئی آٹھ دس کلومیٹر پہلے ہی کھجوروں کے باغات نظر آنا شروع ہو گئے۔جن سے اندازہ ہونے لگا کہ اب شہر مدینہ زیادہ دور نہیں ہے۔جوں ہی مدینہ کی سرزمین کا پہلا سائن بورڈ نظر آیا،دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ کار کی رفتار دھیمی کر دی گئی۔ کیونکہ یہ شہر نبی تھا۔یہاں رفتار میں بھی احترام لازم تھا۔ گاڑی کا اے سی بند کر کے کھڑکیاں کھول دی گئیں کہ شہرِ طیبہ کی پاک ہوا کو سانسوں میں بھر سکیں۔مدینہ کی چیک پوسٹ سے گزرتے ہوئے زبان پر بے اختیار ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ،اللّٰھم صلی علی محمد'' جاری تھا۔مدینہ میں داخل ہوتے ہی ایسا لگا جیسے ہم تپتے صحرا سے گھنی رحمت بھری چھاؤں میں آ گئے ہوں۔

مسجد نبوی کی بیسمنٹ میں بہت بڑی کار پارکنگ ہے۔وہاں کار پارک کی اور ہم سب سامنے موجود دروازے میں داخل ہوئے۔ تھوڑا آگے سیڑھیاں تھیں اور ان کے ایک سائیڈ پر لفٹ بھی موجود تھی۔ بھائی افتخار اور باجی ہمیں لفٹ کی طرف لے آئے،لفٹ کا سائز خاصہ کھلا اور بڑا تھا۔ہمارے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ لفٹ میں آ گئے۔ ہمیں نہیں اندازہ تھا کہ لفٹ ہمیں کہاں پہنچائے گی۔چند منٹ بعد لفٹ کا دروازہ کھلا تو ہمارے بالکل سامنے گنبد خضریٰ موجود تھا۔اس وقت '' الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ یا نور من نور اللہ'' لبوں پر جاری ہو گیا۔دل کی جو کیفیت اس وقت تھی بیان سے باہر ہے۔ ایسا لگا کہ جیسے ہم روضہ رسول پر پہنچے ہیں تو آقا بھی ہماری آمد پر خوش ہیں اور فوری دیدار نصیب فرمایا ہے۔جیسے آپ کی رحمت و محبت نے ہمیں اپنی آغوش میں لے لیا ہو۔ بہر حال درود و سلام کے ساتھ ساتھ بے شمار دعائیں بھی مانگی گئیں اور اپنے مہربان رب کا شکر ادا کیا گیا۔

مکہ مکرمہ میں مرد و خواتین اکٹھے عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ جبکہ مسجد نبوی میں مرد و خواتین کے لیے علیحدہ علیحدہ صفیں اور کمرے ہیں۔لہٰذا میں اور باجی فرحت خواتین والی سائیڈ پر چلے گئے اور بھائی افتخار اور نقوی صاحب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قدم بوسی

کے لیے چلے گئے۔ ہم تقریباً گیارہ بجے مدینہ مسجد نبوی میں موجود تھے اور ساڑھے بارہ بجے جمعہ کی نماز ہونا تھی۔ باجی کہنے لگیں:

''روبینہ ابھی نماز میں کافی وقت ہے۔ آؤ تمھیں یہاں کی گولڈ مارکیٹ دکھلاؤں۔''

ہم مسجد نبوی کے صحن سے ہوتے ہوئے شمال کی جانب بڑھے۔ مجھے تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا، کہ مسجد نبوی کے صحن میں ہی دکانیں ہیں۔ کیونکہ گلیاں گلیوں جیسی تھیں ہی نہیں۔ فرش ایسے ہی تھے کہ ہم صحن حرم میں ہی ہیں۔ گولڈ کی بہت سی دکانیں تھیں۔ جن میں خوبصورت ڈیزائن میں بے شمار جیولری اور قیمتی پتھر موجود تھے۔ ہم نے بھی تھوڑی بہت جیولری خریدی۔ اتنے میں اذان شروع ہوئی اور ہم تیز تیز قدم اٹھاتے مسجد نبوی میں آئے، وضو کیا اور خواتین کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ نماز جمعہ ادا کی۔ تسلی سے نوافل وغیرہ ادا کیے۔ اتنے میں بھائی افتخار کا فون آیا اور ہم سب روضہ رسولؐ کے سامنے اکٹھے ہو گئے۔ بھائی گاڑی سے ہمارا سامان نکال لائے تھے۔ اور اب رہائش کے لیے ہوٹل تلاش کرنا تھا۔ ہماری قسمت کہ ہوٹل جبل احد کی جانب شمال کی طرف مسجد نبوی سے تقریبا پیدل چھ سات منٹ کے فاصلے پر ملا۔ ہوٹل کا یہ کمرہ بہت کشادہ تھا۔ جس میں پانچ بیڈ، ڈریسنگ، سینٹر ٹیبل کے ساتھ تین چار کرسیاں، کپڑوں کے لیے الماری، ایک چھوٹا کچن اور اٹیچ باتھ روم تھا، کمرہ اوپری منزل پر تھا۔ کمرے میں بہت بڑی کھڑکی جس سے جبل احد کا نظارہ کیا جا سکتا تھا موجود تھی۔ رہائشی ہوٹل کے نیچے بہت سے کھانے پینے کے ریسٹورنٹ اور مختلف اشیاء کی دُکانیں تھیں۔ ہم سب نے سامان کمرے میں رکھا۔ لاک لگایا۔ باجی نے کہا کہ کمرے میں پیسے یا جولری وغیرہ چھوڑ کر نہیں جانا بلکہ ایسا سامان ہینڈ بیگ میں رکھا کرو۔ کیونکہ کمروں کی چابیاں ہوٹل والوں کے پاس بھی ہوتی ہیں اور بہتر ہے کہ اپنی چیزوں کی خود حفاظت رکھو۔ ہم سب نیچے پاکستانی ہوٹل میں کھانا کھانے آ گئے۔ یہاں پر ہر قسم کے پاکستانی کھانے موجود تھے۔ سبزی، گوشت، دال، کڑھی پکوڑہ وغیرہ۔ یعنی پاکستانی کھانے اور پاکستانی ورکرز موجود تھے۔ یعنی زبان اور ذائقے سب پاکستانی تھے۔ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کچھ دیر ہوٹل میں آرام کیا اور پھر نماز عصر سے کچھ پہلے ہم لوگ مسجد نبوی میں آ گئے۔ باجی نے کہا کہ:

''میں روبینہ کو ریاض الجنہ خود لے جا کر نوافل ادا کرنا اور کروانا چاہتی ہوں''

باجی نے مسجدِ نبوی میں موجود پولیس وردی میں خاتون سے پوچھا:

''ریاض الجنہ میں حاضری کی ٹائمنگ کیا ہیں؟''

اس خاتون نے بتایا کہ:

''عشاء کی اذان سے پہلے اور فجر سے پہلے مسجد نبوی کے دروازہ نمبر ۳۲ سے داخل ہو کر سب سے اگلی صفحوں میں بیٹھ جائیں، تو آپ ریاض الجنہ کی حاضری کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔''

باجی نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگیں کہ اب ہم عصر سے عشاء تک یہیں پر رکیں گے اور میں تمہیں ریاض الجنہ کی زیارت، وہاں کی حدود اور نوافل وغیرہ کے بارے میں بتاؤں گی۔ ہم مل کر ریاض الجنہ میں نوافل ادا کریں گے۔ پھر کل صبح واپسی کروں گی۔ انشااللہ۔''

اللہ تعالی باجی فرحت اور بھائی افتخار کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے ان کی محبت ہمارے حق میں اللہ تعالی کی خاص رحمت سے کم نہیں۔

ریاض الجنہ (جنت کا باغ):

ریاض الجنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اندر واقع ایک نہایت مقدس اور بابرکت مقام ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حجرہ مبارک آج کے روزہ شریف اور آپ کے ممبر کے درمیان واقع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس جگہ کے بارے میں فرمایا:

ترجمہ: ''میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''

باجی فرحت نے بتایا پہلے تمام مسجد نبوی میں سرخ اور ریاض الجنہ میں سبز قالین بچھے ہوا کرتے تھے مگر اب ساری مسجد نبوی میں سبز قالین بچھا دیے گئے ہیں۔ ریاض الجنہ میں عبادت کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ اس لیے دنیا بھر سے آنے والے مسلمان اس جگہ پر نوافل ادا کرتے، دعائیں مانگتے اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔

ہم دونوں بہنیں مغرب کی نماز سے ہی سب سے اگلی صفوں میں شامل ہو گئیں۔ عشاء کی جماعت کھڑی ہوئی تو ہمارے پیچھے والے دروازے بند کر دیے گئے۔ جو خواتین اندر تھیں وہی ریاض الجنہ کی حاضری کے لیے جا سکتی تھیں۔ اللہ کے کرم سے ہم بھی ان میں شامل تھے۔ نماز کے بعد خواتین اپنی اپنی عبادات میں مصروف ہو گئیں۔ کوئی قرآن کی تلاوت، کوئی نوافل اور کوئی تسبیح لے کر ذکر میں مشغول ہو گئیں۔ تقریباً آدھے، پونے گھنٹے کے بعد ایک طرف سے خواتین کو ریاض الجنہ کی طرف جانے کے لیے راستہ کھول دیا گیا۔ یہ راستہ مسجد کے اندر قناتیں لگا کر خصوصی طور پر بنایا گیا تھا۔ کچھ خواتین بھاگتی ہوئی، کچھ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی روضہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ انہی عورتوں میں میں بھی آنکھوں میں نمی، لبوں پر درود لیے کسی مجرم کی طرح آگے بڑھ رہی تھی۔ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضے کی جالیاں نظر آئیں، دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ روضہ پاک کی سنہری جالیاں آنکھوں کے سامنے آئیں تو جیسے جنت کا باغ ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ سبز گنبد اور اس کے نیچے پیارے آقا کے روضے کی سنہری، سبز جالیاں کیا روح پرور منظر تھا، جو دل میں بس گیا۔ انہی جالیوں کے اندر آپ اپنے پیارے ساتھیوں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ساتھ آرام فرما ہیں۔ ہم نے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اور پھر آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آج میرے دل کی دیرینہ خواہش پوری ہو رہی تھی:

میں جب بھی پڑھوں نعت ہو دیدارِ محمدؐ

یارب تو مری سوچ کو، وہ پرواز عطا کر

(حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے روضے کا منظر دل میں بس گیا تھا۔ اس کی بعد جب بھی نعت پڑھی تو یوں ہی محسوس ہوا گویا آپ کے روضہ اقدس کے سامنے موجود ہوں۔)

باجی فرحت نے بتایا کہ: ''یہ سامنے ممبر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے، اور وہیں پر موجود وہ چبوترا بھی دکھایا جہاں پر کھڑے ہو کر حضرت بلال اذان دیا کرتے تھے۔ باجی نے وہاں پر موجود ستونوں کے بارے میں بتایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ ریاض الجنہ کا حصہ کہاں سے کہاں تک

ہے۔ مزید بتایا کہ اسی مخصوص حصے میں نوافل ادا کریں تو ہی ایسے ہے جیسے آپ جنت کے کسی باغ میں نوافل ادا کر رہے ہیں۔ باجی فرحت نے ستونوں کے اوپری حصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ دیکھو جو ستون حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور سے ہیں یا آپ سے کسی بھی طرح نسبت رکھتے ہیں ان کے اوپر ان کے نام بھی کنداں ہیں۔ مثلا ایک ستون پر لکھا تھا ''حنانہ'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے رونے یا سسکنے والی۔

اسطوانۃالحنانہ: یہ ستون مسجد نبوی کے ان تاریخی اور مبارک مقامات میں سے ایک ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور سے منسوب ہے۔ اس کا ذکر متعدد احادیث میں بھی آیا ہے۔ ستون حنانہ کھجور کا تنا تھا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب مسجد نبوی میں ممبر تیار ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو اس وقت وہ پرانا کھجور کا تنا بچے کی طرح رونے لگا۔ روایات کے مطابق اس سے سسکیوں اور آہوں کی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے فراق میں رو رہا ہو۔

> ''حضرت انس رضی اللہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب خطبہ دیتے تھے تو ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے۔ جب ممبر بنایا گیا اور آپ اس پر خطبہ دینے لگے تو وہ تنا اس طرح رونے لگا جیسے اونٹنی کا بچہ ماں کے فراق میں روتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس کے پاس گئے اس پر ہاتھ مبارک رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔''
> (صحیح بخاری حدیث ۳۵۸۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر میں نہ تھپتھپاتا تو وہ تنا قیامت تک روتا رہتا۔ ستون حنانہ اسی تنے کی جگہ پر بنایا گیا ہے۔

اسطوانۃالتوبۃ: اسے ''ستون توبہ'' یا ''ستون ابولبابہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی مسجد نبوی کے قدیم ستونوں میں سے ایک ہے۔ ابولبابہ رضی اللہ تعالی عنہ جن کا اصل نام بشیر بن عبدالمنظر تھا غزوہ بنی قریضہ کے موقع پر ان سے ایک ایسی خطا ہو گئی تھی جسے وہ خود ندامت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے یہودیوں سے بات چیت کے دوران نادانستہ طور پر ایسی بات کہ دی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اجازت کے بغیر ظاہر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس احساس ندامت پر انہوں

نے خود کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا جب تک میری توبہ قبول نہ ہو جائے میں خود کو آزاد نہیں کروں گا۔ کئی دن تک اسی حال میں بندھے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود آ کر انہیں کھولا۔ زائرین آج بھی ستون کے قریب نوافل ادا کرتے اور توبہ کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔

اسطوانۃ السریر: اسے ''ستون سریر'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد نبوی کے ان قدیم ستونوں میں سے ہے جو روضہ مبارک کے قرب میں واقع ہیں اور جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مبارک معمولات کی یادیں وابستہ ہیں۔ عربی زبان میں ''سریر'' کا مطلب ''پلنگ'' یا ''بستر'' ہے۔ اس ستون کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس مقام پر کبھی کبھار آرام فرمایا کرتے تھے۔ بعض روایات کے مطابق یہاں ایک چھوٹا سا پلنگ یا بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی جہاں آپ آرام یا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

اسطوانۃ عائشہ: اس ستون کو ''اسطون عائشہ'' اور ''اسطوانا التہجد'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تہجد کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اسطوانۃ العائشہ روزہ مبارک کے مشرقی جانب واقع ہے، اور یہ روضہ اطہر کے قریب ان ستونوں میں شامل ہے جن پر مخصوص علامات لگی ہوئی ہیں۔ زائرین جب روضہ رسول پر حاضری دیتے ہیں تو اس ستون کے قریب نفل نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ یہ مقام سنت اور عبادت سے نسبت رکھتا ہے اہل دل اور صوفیاء کرام اسے خاص روحانی فیوض کا مقام مانتے ہیں۔

اسطوانۃ الوفود: یہ ستون مسجد نبوی کے قدیم حصہ (روضہ مبارک کے قریب) میں واقع ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مختلف علاقوں سے آنے والے وفود سے ملاقات فرماتے اور انہیں دین اسلام کی تعلیمات سمجھاتے اور بیعت لیا کرتے تھے۔ زائرین اس مقام پر حاضر ہو کر نوافل ادا کرتے ہیں۔ اور دعائیں مانگتے ہیں۔

اسطوانۃ المخلفہ: اسطوانۃ کا مطلب ''ستون'' اور المخلفہ کا مطلب ہے ''پیچھے رہ جانے والا۔'' اس ستون کی جگہ پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان اصحابہ کرام کے حق میں دعائیں

فرمائی ہیں جو کسی کام سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ بعض روایات کے مطابق یہ وہ صحابہ تھے جنہوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی۔ ان میں سے بعض کے بارے میں قران مجید میں بھی ذکر آیا۔ مثلاً (سورۃ توبہ: آیت ۱۱۸) جن کو بعد میں اللہ تعالی نے معاف فرمایا۔ زائرین اگر ان ستونوں کے پاس حاضر ہوں تو چاہیے دو رکعت نفل ادا کریں اور توبہ، بخشش اور ایمان پر استقامت کی دعا کریں۔

اسطوانۃ القرا: ''قرا'' کا مطلب ہے ''پڑھنے والے'' یعنی یہ قران سیکھنے اور سکھانے کا مقام ہے۔ بعض روایات میں اسے ''اسطوانۃ التعلیم'' (تعلیم کا ستون) بھی کہا گیا ہے۔ اس جگہ پر تعلیم و تلاوت قرآن کا مرکز قائم تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ وغیرہ قرآن پڑھاتے اور اس کی تفسیر و تفہیم سکھاتے تھے۔

اسطوانۃ الجبرائیل: یہ وہ ستون ہے جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس وحی لے کر آتے تو اکثر اسی مقام پر بیٹھتے جہاں یہ ستون ہے۔ یہ مقام بھی ریاض الجنہ میں محراب نبوی کے قریب واقع ہے۔ اسے بعض روایات میں ''اسطوانۃ المرسال'' یا ''اسطوانہ نزول وحی'' بھی کہا جاتا ہے۔ ''اسطوانۃ القرا'' اور ''استوانہ جبرائیل'' دو مختلف ستون ہیں اور دونوں ریاض الجنہ میں ایک دوسرے کے قریب قریب واقع ہیں۔

اسطوانۃ التہجد: اسطوانہ التہجد وہ ستون ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تہجد کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ یہ جگہ رات کے آخری حصے میں آپ کی خلوت اور عبادت کی جگہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکثر وہاں قیام، تلاوت، قران اور دعا میں مشغول رہتے تھے۔ یہ جگہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سجدوں اور آنسوؤں کی گواہ ہے۔

میں نے اور باجی فرحت نے ان ستونوں کے پاس جا کر تسلی سے نوافل ادا کیے ان جگہوں اور ستونوں کو چوما اور رو رو کر دعائیں مانگیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں درود و سلام عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب کی بارگاہ میں

حاضری کے لیے چنا۔ اس رات ہوٹل واپسی پر خاصی رات ہو چکی تھی میں اور باجی فرحت مسجد نبوی سے تقریباً ۱۲ بجے کے قریب نکلے اور اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔ نقوی صاحب اور افتخار بھائی عشاء کی نماز پڑھ کر ہوٹل جا چکے تھے۔ اتنی رات اور ہم دونوں بہنیں، لیکن ان رحمت بھری گلیوں میں ذرّہ برابر بھی دل میں خوف نہیں تھا۔ اگلے دن باجی اور بھائی کی جدہ واپسی تھی رات میں باجی اور بھائی نے کہا صبح واپسی سے پہلے آپ کے ساتھ جبلِ احد اور مسجدِ قُبا کی زیارت کے لئے چلتے ہیں۔ اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی تھی۔ لہٰذا صبح فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں ادا کرنے کے بعد ناشتے سے فارغ ہو کر ہم سب جبلِ احد کی طرف روانہ ہوئے۔

جبلِ احد:

مدینہ منورہ کے شمال میں واقع جبل احد کا دیدار میرے روحانی سفر کا ایک ناقابل فراموش لمحہ تھا۔ جبلِ اُحد مدینہ منورہ کے سب پہاڑوں میں مشہور ہے اور جنگِ اُحد کے یہاں لڑے جانے کے سبب اس پہاڑ کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ یہاں غزوۂ اُحد کے ستر شہداء محوِ استراحت ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے چچا سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس پہاڑ کے بارے میں فرمایا:

''احد ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں''

(صحیح بخاری : 1681 صحیح مسلم : 1393)

مزاراتِ شہدائے غزوۂ اُحد:

اس پہاڑ کے سائے میں وہ مقدس جگہ ہے جہاں غزوہ احد (تین ہجری) میں شہید ہونے والے 70 جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون ہیں۔ ان میں سب سے بلند مقام حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا اور سچے جانثار تھے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سید الشہداء یعنی ''شہیدوں کے سردار'' کا لقب عطا فرمایا۔ قرآن کریم میں ان شہداء کے مرتبے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے

رب کے پاس رزق پارہے ہیں‘‘ (سورۃ آل عمران:169)

جب میں احد کے میدان میں پہنچی تو دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ مقام جہاں کبھی نبی کریم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کے پیارے رفیق صحابہ خون میں تر بہ تر ہوئے تھے، آج خاموشی سے امت مسلمہ کو وفاداری، قربانی اور استقامت کا درس دے رہا تھا۔ شہدائے احد کے قبرستان کے گرد چار دیواری اور لوہے کے جنگلے لگے ہوئے ہیں۔ وہاں کھڑے ہو کر ہم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہداء کی خدمت میں سلام عرض کیا اور اُن کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کیں اور دل میں یہ احساس تازہ ہوا کہ دین اسلام آج اگر زندہ ہے تو انہی جانثاروں کی بدولت زندہ ہے۔ میں اس میدان میں کھڑی تھی اور ذہن ۱۴۵۰ سال پیچھے کے واقعات میں گم تھا۔ وہ سارا منظر ذہن میں گھوم رہا تھا جب غزوہ اُحد پیش آیا۔

غزوہ احد: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آگے بڑھ کر وادی کے آخری سرے پر واقع احد پہاڑ کی گھاٹی میں نزول فرمایا۔ اور وہیں اپنے لشکر کا کیمپ لگوایا۔ سامنے مدینہ تھا اور پیچھے احد کا بلند و بالا پہاڑ۔ اس طرح دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مدینے کے درمیان حد فاصل بن گیا۔ یہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کی اور جنگی نقطہ نظر سے اسے کئی صفوں میں تقسیم فرمایا۔ ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ بھی منتخب کیا۔ جو پچاس مردانِ جنگی پر مشتمل تھا۔ ان کی کمان حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری دوسی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی اور انہیں وادی قناۃ کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سی پہاڑی پر جو اسلامی لشکر کے کیمپ سے کوئی ڈیڑھ سو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے، اور اب جبل رماۃ کے نام سے مشہور ہے تعینات فرمایا۔

اس کا مقصد ان کلمات سے واضح ہے جو آپ نے ان تیر اندازوں کو ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمائے آپ نے ان کے کمانڈر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھو۔ وہ پیچھے سے ہم پر چڑھ نہ آئیں۔ ہم جیتیں یا ہاریں تم اپنی جگہ رہنا۔ تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے۔‘‘

پھر آپ نے تیر اندازوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

’’ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔ اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں، تو ہماری مدد کو نہ

آنا، اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں، تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔''

اور صحیح بخاری کے الفاظ کے مطابق آپ نے یوں فرمایا:

''اگر تم لوگ دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں۔ اور اگر تم لوگ دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا ہے تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں بلاوا بھیجوں۔''

ان سخت ترین فوجی احکامات وہدایات کے ساتھ اس دستے کو اس پہاڑی پر متعین فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ واحد شگاف بند فرما دیا جس سے نفوذ کر کے مشرکین کا رسالہ مسلمانوں کے صفوں کے پیچھے پہنچ سکتا تھا اور ان کو محاصرے اور نرغے میں لے سکتا تھا"۔

حوالہ :(الرحیق المختوم: صفحہ نمبر: ۳۴۷۔۳۴۸)

اُحد پہاڑ کی گھاٹی میں جس جگہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیمپ لگایا تھا وہاں پر اب ''مسجد شیخین'' یا بعض روایات کے مطابق ''مسجد الورع''موجود ہے اور اس مسجد میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز ادا کی تھی۔ وہاں پر مصلیٰ نبیؐ بھی موجود ہے۔ یہ مسجد غزوہ احد کے تاریخی پس منظر کی یادگار ہے۔ میں نے اور باجی فرحت نے اس مسجد کے خواتین والے حصے میں نوافل ادا کیے۔ لرزتی آواز میں دعائیں مانگیں اور دل سے ان سب شہداء کو سلام پیش کیا جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کا چراغ روشن رکھا۔

میدان احد میں کھڑے ہو کر جنگ کا منظر ذہن میں گھومنے لگا کہ اس وقت مشرکینِ مکہ کس طاقت سے حملہ آور ہوئے تھے اور مسلمانوں کی کیا صورتِ حال تھی۔ جنگ احد میں قریش مکہ کی کل مجموعی فوجی تعداد تین ہزار پر مشتمل تھی ان میں سرداران قریش کی ۱۵ عورتیں بھی شامل تھیں۔ ۳۸ سواری اور باربرداری کے لیے اور رسالے کے لیے ۲۰۰ گھوڑے تھے۔ حفاظتی ہتھیاروں میں ۷۰۰ زِرہیں تھیں۔ جبکہ اسلامی لشکر ۷۰۰ مردان جنگی پر مشتمل تھا۔ جن میں ایک سو زرہ پوش اور ۵۰ شہسوار تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہسوار کوئی بھی نہیں تھا۔

''مشرکین کی شکست: کچھ دیر تک شدید جنگ ہوتی رہی اور چھوٹا سا اسلامی لشکر رفتار

جنگ پر پوری طرح مسلط رہا۔ قریش مکہ نے مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملے روکنے کے لیے اپنی انتہائی طاقت صرف کرنے کے باوجود مجبوری و بے بسی محسوس کی تو انہوں نے پسپا ہونا شروع کر دیا اور فرار کی راہ اختیار کی۔

''ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں پر اپنی مدد نازل کی اور ان سے اپنا وعدہ پورا کیا، چنانچہ مسلمانوں نے تلواروں سے مشرکین کی ایسی کٹائی کی کہ وہ کیمپ سے بھی پرے بھاگ گئے اور بلاشبہ ان کو شکست فاش ہوئی۔''

حوالہ: (الرحیق المختوم؛ صفحہ نمبر ۳۵۸)

''صحیح بخاری میں حضرت براءبن عازب رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے کہ جب مشرکین سے ہماری ٹکر ہوئی تو مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے پہاڑ میں تیزی سے بھاگ رہی تھیں۔ ان کی پازیبیں دکھائی پڑ رہی تھیں۔ اور اس بھگدڑ کے عالم میں مسلمان مشرکین پر تلوار چلاتے اور مال سمیٹتے ہوئے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔''

حوالہ :(صحیح بخاری ۲:۵۷۹)

''تیر اندازوں کی خوفناک غلطی: عین اس وقت جب کہ یہ مختصر سا اسلامی لشکر اہل مکہ کے خلاف تاریخ کے اوراق پر ایک اور شاندار فتح ثبت کر رہا تھا جو اپنی تابناکی میں جنگ بدر کی فتح سے کسی طرح کم نہ تھی تیر اندازوں کی اکثریت نے ایسی خوفناک غلطی کا ارتکاب کیا جس کی وجہ سے جنگ کا پانسا پلٹ گیا۔ مسلمانوں کو شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شہادت سے بال بال بچے''

حوالہ :(الرحیق المختوم :صفحہ نمبر:۳۵۸۔۳۵۹)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تیر اندازوں کو سخت تاکید فرمائی تھی کہ تم نے اپنی جگہ کسی صورت نہیں چھوڑنی۔ جب تک کہ تمہیں ہماری طرف سے پیغام نہ ملے۔ مگر جب مشرکین میں بھگدڑ مچی اور لگا کہ کفار کو شکست ہو گئی ہے۔ تو جبل رماۃ پر موجود تیر اندازوں نے بھی دنیاوی لالچ میں آ کر مال غنیمت کی طرف دوڑنا اور اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکامات یاد دلائے۔ مگر ان کی اکثریت نے ان کی بات پر کان نہ دھرے اور 40 تیر اندازوں نے مورچے چھوڑ دیے۔ مسلمانوں کی پشت خالی ہو گئی اور وہاں پر صرف عبداللہ بن زبیر اور ان کے نو ساتھی باقی بچے۔

اسلامی لشکر مشرکین کے نرغے میں: حضرت خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار کے لشکر میں شامل تھے۔ اس سے پہلے تین بار اس مورچے کو سر کرنے کی کوشش کر چکے تھے۔ اس زریں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت تیزی سے چکر کاٹ کر اسلامی لشکر کی پشت پر جا پہنچے اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا صفایا کر کے مسلمانوں پر پیچھے سے ٹوٹ پڑے۔ ان کے شہسواروں نے ایک نعرہ بلند کیا جس سے شکست خوردہ مشرکین کو اس نئی تبدیلی کا علم ہو گیا۔ اور وہ بھی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔''

حوالہ: (الرحیق المختوم :صفحہ نمبر : ۳۵۹۔۳۶۰)

مسلمانوں کی طرف سے نبی ﷺ کی حکم عدولی ہوئی اور لمحہ بھر میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور اسلامی لشکر کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اسی ایک بظاہر چھوٹی سی غلطی سے مسلمانوں کا شدید جانی نقصان ہوا۔

یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم میں کتنی حکمت ہے اور معمولی سی نافرمانی بھی بڑی آزمائش بن سکتی ہے۔ میں وہاں کھڑی دیر تک سوچتی رہی۔ کبھی جبل احد کی جانب دیکھتی، کبھی شہداء کی قبروں کو، کبھی جبل رماۃ کی طرف، کبھی مسجد شیخین اور کبھی اس میدان کو جہاں عشق نے وفا کا لباس پہنا۔ اس لمحے دل سے دعا نکلی: یارب! ہمیں بھی اپنے دین کے لیے قربانی دینے والے سچے مومن، وفادار اور ثابت قدم بنا، میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور میں نے محسوس کیا کہ میں خالی ہاتھ نہیں جا رہی بلکہ اپنے دل میں عشقِ رسول، صبرِ صحابہ اور قربانی کا ایک انمول سبق لے کر جا رہی ہوں۔ کچھ دیر میدانِ احد میں گزار کر اب ہم مسجدِ قبا کی جانب بڑھ رہے تھے۔

مسجدِ قبا:

مسجدِ قبا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر مدینہ کے جنوب مشرقی حصے میں موجود ہے۔ اکثر زائرین پیدل یہ سفر طے کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی ہفتے کے دن پیدل چل کر یہاں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے اور اہل قبا سے

ملاقات کیا کرتے تھے۔اب ہم مسجد قبا کے باہر کچھ فاصلے پر کھڑے تھے۔

یہ ایک خوبصورت پروقار سفید رنگ کی بہت بڑی مسجد تھی۔دل اور زبان شکر ادا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں پہنچایا جہاں میرے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ کے قریب قبا کے مقام پر پہنچے اور کچھ دن وہیں پر قیام فرمایا اسی دوران آپؐ نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی جیسا کہ سورۃ توبہ میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡهِ ؕ فِیۡهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَهَّرُوۡا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الۡمُطَّهِّرِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: ''یقیناوہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقوی پر رکھی گئی زیادہ حقدار ہے۔ کہ آپ اس میں قیام کریں (نماز پڑھیں)۔''

(سورۃ التوبہ: آیت نمبر ۱۰۸)

غزوہ تبوک کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد قبا میں آ کر اس میں دو رکعت (نفل) نماز ادا کرے اسے ایک عمرے کے برابر اجر ملتا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ: حدیث: ۱۴۱۲)

اس حدیث کے ذہن میں آتے ہی دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ ہم سب باوضو تو تھے ہی مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ مسجد کی فضا میں روحانیت رچی بسی ہوئی تھی۔ یہاں کے در و دیوار میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کی خوشبو رچی ہوئی محسوس ہوئی۔ ہر طرف نورانی ماحول تھا۔نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد نوافل ادا کیے گئے۔ بعد میں میں نے دیر تک وہاں پر بیٹھ کر دعائیں کیں۔ آنکھیں بند کیں اور تصور کیا کہ شاید یہیں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں اور ہم بھی ان کے قدموں میں بیٹھے ہوئے ہوں۔

آج کی مسجد قبا جدید طرز پر بنی ہوئی ہے مگر اس کی روح وہی پرانی ہے وہی خشوع و خضوع، وہی سکون وہی نسبت قائم دائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

بیئر اریس:

مسجد قبا کے مشرقی حصے کی طرف بالکل قریب میں ایک کنواں ہوا کرتا تھا۔ اب یہ کنواں تو نہیں لیکن نشاندہی کے لیے نشان ضرور رکھا گیا ہے۔ اس کنویں کے پانی سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وضو کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف فرماتھے تو آپ نے ان تینوں اصحاب کو جنت کی بشارت سنائی۔

اسی کنویں کے اندر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مہر نبوت (انگوٹھی) گر کر گم ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے اس کنویں کا نام ''بیئر الخاتم'' (مہر والا کنواں) رکھا گیا تھا۔ مسجد قبا کے شرقی حصے کی طرف ہی ایک باغ ہے۔ اسی باغ کی جگہ پر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے قبا کی وادی میں پہنچے تو مہاجرین وانصار نے آپ کا استقبال کیا تھا اور یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ پر اپنی چادر کا سایہ کر کے کھڑے ہوئے تھے۔

مسجد قبا کو مزید خوب صورت اور زائرین کے لیے جاذبِ نظر اور آرام دہ بنانے کے لیے مسجد قبا کے ارد گرد کنسٹرکشن کا کام جاری تھا۔ مزید درخت اور پودے وغیرہ بھی لگائے جارہے تھے۔

باجی اور بھائی نے آج ہی واپس جدہ بھی جانا تھا، لہٰذا ہوٹل واپسی کی گئی۔ دوپہر کا کھانا رہائشی ہوٹل کے قریب ہی کھایا گیا۔ اس کے بعد ان کی واپسی ہو گئی اور ہم دونوں میاں بیوی نماز عصر کے لئے مسجد نبوی پہنچ گئے۔ عشاء کی نماز کے بعد ہم دونوں نے ہوٹل واپس آتے ہوئے قریبی ریسٹورنٹ سے رات کا کھانا کھایا اور ہماری واپسی اپنے رہائشی کمرے میں ہوئی۔

اب میری روٹین یہ بنی کہ میں روزانہ فجر کی نماز انھی اگلی صفوں میں جا کر پڑھتی جہاں سے ریاض الجنہ کی حاضری ہو سکتی تھی۔ ہر صبح میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتی سلام عرض کرتی، ان مبارک ستونوں کے پاس جا کر تسلی سے نوافل ادا کرتی اور روضے کی سبز اور سنہری جالیوں کی طرف رخ کر کے رو رو کر حضور کو اپنے دل کا حال سناتی۔ حضورؐ کے صدقے اپنے رب سے دعائیں مانگتی اور پھر درود و سلام پڑھتے ہوئے

دن چڑھے ہوٹل کی طرف واپسی کرتی۔

جنت البقیع:

جنت البقیع جسے ''بقیع الغرقد'' (بقیع الغرقد پرانا نام ہے) بھی کہا جاتا ہے۔مدینہ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحن سے متصل جنوب مشرقی جانب واقع ایک مقدس قبرستان ہے۔ یہ اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک مسلمانوں کے لیے انتہائی مقدس اور قابل احترام مقام ہے۔ کیونکہ یہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریبی رفقا، اہل بیت ،ازواج مطہرات اور دس ہزار کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنت البقیع میں اکثر تشریف لے جاتے، وہاں پر مدفون مرحومین کے حق میں دعا فرماتے اور اس جگہ کو اہل ایمان کا ٹھکانہ قرار دیتے۔

آج مدینہ منورہ میں ہمارا دوسرا دن تھا۔ نقوی صاحب جنت البقیع تشریف لے گئے۔ میں اس دوران باہر صحن حرم میں بیٹھ کر جنت البقیع کی طرف رخ کر کے سلام عرض کرنے لگی۔
کیونکہ جنت البقیع میں خواتین کو جانے کی اجازت نہیں۔ واپس آ کر نقوی صاحب نے بتایا کہ بیشک جنت البقیع جنت کا ہی ایک گوشہ ہے۔ کیونکہ یہاں پر تمام جنتی لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔انہوں نے مزید جنت البقیع میں مدفون ہستیوں کے بارے میں بتایا کہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ ؓ حضرت امام حسن ؓ، حضرت امام زین العابدینؑ اور نبی کریم ﷺ کے دو صاحب زادگان بھی اسی قبرستان میں محوِ استراحت ہیں۔ان کے علاوہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک بھی یہیں موجود ہے۔ میں ان تمام مراکزِ انوار پر سلام عرض کر کے آیا ہوں جن میں:

ازواج مطہرات سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جو کہ مکہ میں ''جنت المعلیٰ'' میں مدفون ہیں اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ مکہ کے قریب مقام ''سرف'' میں دفن ہیں، کے علاوہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات کے مزاراتِ اقدس بھی جنت البقیع میں موجود ہیں۔ جب کہ اہل بیت اطہار میں سے: حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ (سِبطِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، سیّدۃ النساء الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، حضرت زین العابدین، امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام جعفر صادق رحمت اللہ علیہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھرانے کے جتنے لوگ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ان تمام مزارات کے گرد جنگلے لگا کر حد بندی کی گئی ہے اور سعودی حکومت کی طرف سے ان مزارات پر زیادہ دیر کھڑے ہو کر سلام پیش کرنے پر پابندی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام کی قبور بھی یہاں پر موجود ہیں مثلاً:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تیسرے خلیفہ راشد)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ (پہلے مہاجر صحابی جنہیں یہاں دفن کیا گیا)

اس کے علاوہ بے شمار صحابہ کرام کی قبور یہاں پر موجود ہیں۔

وہاں پر موجود ہستیوں کے خدمت میں ہم دونوں میاں بیوی نے سلام عرض کیے۔ فاتحہ خوانی کی اور ان عظیم ہستیوں کے صدقے اللہ تعالیٰ سے ڈھیروں التجائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائیں آمین۔

باب السلام:

باب السلام مسجد نبوی کا مغربی دروازہ ہے جو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب کھلتا ہے۔ یہ داخلی دروازہ بھی کہلاتا ہے۔ لیکن اس دروازے سے صرف مرد حضرات جا کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں السلام عرض کر سکتے ہیں۔ خواتین کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں ہے۔

مدینہ میں قیام کا دوسرا دن:

آج نمازِ ظہر اور نوافل سے فارغ ہو کر میں ہینڈ بیگ میں دعاؤں کی کتاب تلاش کر رہی تھی۔ اندازہ ہوا کہ وہ کتاب تو میں جدہ میں ہی بھول آئی ہوں۔ ویسے تو مسجد نبوی میں بیٹھ کر خود

بخود درود و سلام کے ساتھ ساتھ آپ کو ڈھیروں دعائیں بھی یاد آتی جاتی ہیں جو آپ ہر وقت مانگتے رہتے ہیں۔ لیکن اس وقت مجھے وہ کتاب بہت یاد آئی۔ کیونکہ اس کتاب میں بہت خوبصورت اور بہت ساری دعائیں عربی میں لکھی ہوئی تھیں۔ ابھی میں دل میں افسردگی سی محسوس کر رہی تھی کہ کاش میں وہ کتاب رکھنا نہ بھولتی کہ میرے قریب ہی ایک عورت اپنی بیٹی کو قرآن کی تلاوت اور دعاؤں کی نصیحت کر رہی تھی۔ دونوں ماں بیٹیاں اردو میں بات چیت کر رہی تھیں۔ مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔ میں نے ان خاتون سے پوچھا کیا آپ کے پاس درود تاج ہو گا۔ انہوں نے اپنے بیگ سے نکال کر مجھے دیا۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔ میں نے انہیں اپنا تعارف کروایا تو انہوں نے بھی اپنا تعارف کروایا اور بتایا کہ ہم دہلی سے آج ہی آئے ہیں۔ میں نے مزید اُن سے پوچھا کہ آپ کے پاس دعاؤں کی کوئی کتاب ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس دعائیں وغیرہ لکھی ہوئی ہیں مگر ہوٹل میں رکھی ہوئی ہیں۔ اگر آپ مجھے مغرب کے وقت اسی جگہ ملیں تو میں آپ کو لا کر دے دوں گی۔ میں نے کہا میں ظہر سے عشاء تک اسی جگہ پر عبادت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتی ہوں، آپ لا کر دے دیجئے گا۔ اس طرح مغرب کے وقت ان خاتون نے مجھے بہت اچھے انداز میں مختلف دعائیں حضور کے روضۂ مبارک اور جنت البقیع میں پڑھے جانے والے سلام لا کر دیے جو میں روزانہ ہر نماز کے بعد پڑھتی رہی۔

اس طرح اور بہت سی دعائیں مدینہ میں قیام کے دوران جھٹ پٹ پوری ہوئیں کہ مدعا ابھی میرے دل میں ہوتا تھا اور کام ہو جاتا تھا۔ شہر مدینہ، شہر رحمت ہے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور عنایات کی رم جھم ہر وقت برستی ہے۔ اسی دن ایک اور بہت اچھی پاکستانی فیملی سے عصر کے وقت مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی۔ یہ خاتون اپنی تین بیٹیوں کے ہمراہ عمرہ کرنے آئی ہوئی تھیں۔ ان کا تعلق پاکستان کے شہر اوکاڑہ سے تھا۔ وہ میرے قریب آ کر بیٹھیں، سلام دعا ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بہت اچھی نعت خواں ہیں۔ نعتیں پڑھنے اور لکھنے کا شوق میں بھی رکھتی تھیں۔ ہم نے مل کر مسجد نبوی میں ہلکی ہلکی آواز میں بہت سی نعتیں پڑھیں۔ میں جتنے دن مدینہ میں رہی، یہ خاتون اور ان کی بیٹیاں روزانہ میرے پاس آجایا کرتی تھیں اور ہم مل کر عبادات کیا کرتے تھے۔

مدینہ منورہ میں ہمارے قیام کو تقریباً تین چار روز ہو چکے تھے۔حج کا مہینہ بالکل قریب تھا۔مدینہ میں حاجیوں کی تعداد بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔روزانہ کئی کئی فلائٹس حاجیوں کو لے کر مدینہ پہنچ رہی تھیں۔آج میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن میں مصروف تھی کہ کافی ساری عورتیں مجھ سے پچھلی صف میں اردو میں باتوں میں مصروف تھیں۔ان باتوں میں بے حد درد اور تکلیف کا اظہار تھا۔ کچھ فرط جذبات سے رو بھی رہی تھیں۔دعائیں بھی کر رہی تھیں اور درد کی شدت سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ان کی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی۔ان کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ جموں کشمیر سے آئی ہوئی ہیں۔

میں اٹھ کر ان کے پاس گئی۔سلام کیا اور ان کا احوال دریافت کیا۔انہوں نے میرے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ آپ کی بہن ہوں اور پاکستان سے عمرے کی نیت سے آئی ہوں۔یہ سن کر ان کی محبت کا احوال بیان کرنا آسان نہیں۔انہوں نے مجھے گلے لگایا۔میرا ماتھا چوما اور ایسے ملیں کہ گویا میری بچھڑی ہوئی سگی بہنیں ہیں۔وہ اپنا درد پھر سے بیان کرنے لگیں۔

ایک بہن نے بتایا کہ میرے والد، بھائی اور بیٹے سب کو ہندو فوج نے بے دردی سے گھروں سے نکال نکال کر شہید کر دیا۔ان میں سے شاید ہی کوئی عورت ہو گی جس کے ساتھ کوئی سانحہ نہ ہوا ہو۔انہوں نے مزید بتایا کہ جموں کشمیر کے لوگوں کو حج کے لیے عام ہندوستانیوں کی نسبت ۵۰ ہزار زائد رقم جمع کروانی پڑتی ہے، ورنہ ان کی حج کی درخواستیں رد کر دی جاتی ہیں۔

میں نے اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھے، انہیں تسلی و تشفی دی اور کہا کہ جس در پر آپ آ گئی ہیں، یہ یتیموں کے والی اور غریبوں، مسکینوں کے مددگار ہیں، مصیبت زدوں کا سہارا ہیں، ان کے وسیلے سے اپنے رب کو اپنی التجائیں ضرور سنائیں، لیکن آہستہ آہستہ، چپکے چپکے، جیسے کسی ہمدرد کو اپنے دل کا حال سنایا جاتا ہے ویسے سنائیے۔ کیونکہ اس جگہ پر اونچی آواز میں بات کرنا بھی بے ادبی ہے۔شکر کہ وہ اس بات کو سمجھ گئیں، اور پھر آہستہ آہستہ دعاؤں میں مشغول ہو گئیں۔

مدینہ میں آئے کچھ دن گزرے تو، ہم دونوں میاں بیوی نے ارادہ کیا کہ صبح انشاءاللہ زیاراتِ مدینہ کے لیے جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ ان سارے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی جائے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کسی بھی حوالے سے منسوب ہیں۔ چنانچہ اگلی صبح فجر کی نماز اور ریاض الجنہ کی حاضری کے بعد ہم دونوں نے ناشتہ کیا اور زیارات کے لیے نکل پڑے۔

مسجدِ غمامہ:

باب السلام سے نکلتے ہی گیٹ نمبر ۳۱۰ سے تھوڑا سا آگے مغرب کی سمت چلیں تو مسجد "غمامہ" چند ہی منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مسجد جنت البقیع کے مخالف سمت میں ہے۔ یعنی مسجد نبوی کے مغربی حصے میں۔ اس مسجد کا نام "غمامہ" یعنی بادل، اس واقعے کی نسبت سے ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہاں پر نماز استسقاء (بارش کے لیے) ادا فرمائی تھی اور دعا کے فوراً بعد بادل چھا گئے تھے۔ اسی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی نمازیں بھی ادا فرمائیں۔ اس مسجد میں نماز پڑھنا سنت نبوی کی اتباع ہے اور باعث اجر و ثواب ہے۔ مسجد غمامہ کے قریب ہی تھوڑے تھوڑے سے فاصلے پر مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ، مسجد علی ابی طالب رضی اللہ، مسجد عمر بن خطاب رضی اللہ، اور مسجد عثمان غنی رضی اللہ موجود ہیں۔

مسجد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ مدینہ منورہ کی ان مبارک مساجد میں سے ہے جن کا تعلق براہ راست سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خلفائے راشدین سے ہے۔ یہ مسجد، مسجد نبوی کے مغربی جانب واقع ہے۔ روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ عیدین کی نمازیں عموماً "مصلیٰ عید" میں ادا فرمایا کرتے تھے، جو کہ مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر ایک کھلا میدان تھا۔ بعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں وہیں عید کی نمازیں ادا فرمائیں۔ اسی جگہ بعد میں ایک مسجد تعمیر کی گئی جو مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ کے نام سے معروف ہوئی۔ یہ مسجد اپنی ظاہری

ساخت میں بہت سادہ اور چھوٹی سی ہے مگر اس کے در و دیوار روحانیت سے لبریز ہیں۔ یہاں داخل ہوتے ہی قلبی سکون محسوس ہوتا ہے۔

مسجد علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ مسجد مدینہ منورہ کے قلب میں واقع ہے۔ اور مسجد نبوی سے متصل قدیم علاقے ''سوق المدینہ'' میں واقع ''مسجد غمامہ'' کے قریب ہے۔ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ یہاں نماز ادا کیا کرتے تھے، یا یہ جگہ ان کے قیام یا عبادت کی جگہوں میں شامل رہی، اسی نسبت سے اس مسجد کو ان کے نام سے منسوب کیا گیا یہ مسجد چھوٹی اور سادہ تعمیر کی حامل ہے۔ سنگ مرمر کی دیواریں اور چھوٹا سا محراب اس مسجد کو ایک پر سکون عبادت گاہ بناتے ہیں۔

مسجدِ عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ مسجد بھی مسجد غمامہ سے صرف ۱۳۳ میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مسجد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے عدل و انصاف پر مبنی خلافت اور اسلامی ریاست کی توسیع کی یادگار ہے۔

مسجدِ زرہ:

جب غزوہ احد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ سے نکلے تو آپ کچھ دیر کے لیے ایک مقام پر رکے جو بعد میں مسجد زرہ کے طور پر معروف ہوا۔ روایت ہے کہ نبی کریم نے اسی مقام پر جنگی لباس زرہ زیب تن فرمایا۔ اس موقع پر کچھ صحابہ نے مشورہ دیا کہ جنگ مدینہ سے باہر جا کر نہ لڑی جائے۔ مگر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زرہ پہن لی تو آپ نے فرمایا:

''نبی زرہ پہن لے تو اسے اتارنا زیب نہیں دیتا''

اسی مقام پر عبد اللہ بن اُبی (جو منافقین کا سردار تھا) نے اپنی سازش کے تحت تقریبا تین سو افراد کو جنگ سے روک لیا۔ یہ لوگ بہانہ بنا کر لشکر سے الگ ہو گئے۔ اور واپس مدینہ چلے گئے مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اس وقت تقریباً ایک ہزار تھی۔ یوں تین سو لوگوں کے واپس چلے

جانے کے بعد صرف سات سو مجاہدین غزوہ احد کے لیے باقی رہ گئے۔ یہ مسجد آج بھی مدینہ منورہ میں ایک تاریخی یادگار کے طور پر موجود ہے۔

مسجد المستراح:

یہ مسجد جبل احد کے جنوب مغرب میں مسجد نبوی سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ غزوہ احد کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب زخمی صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس آرہے تھے تو اس وقت اس مقام پر کچھ دیر کے لیے آرام فرمایا۔ اسی مناسبت سے اس جگہ کا نام ''المستراح''یعنی ''آرام گاہ'' پڑ گیا۔ میں نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز نفل ادا کی اور دعا کی:

اے اللہ! ہمیں بھی وہ صبر عطا فرما جو تیرے محبوب نے دکھایا اور ویسی وفا عطا فرما جو صحابہ کرام کے دلوں میں تھی۔ تصور میں وہ لمحہ آیا۔ جب زخمی جسم، ٹوٹی کمانیں، اور خستہ حال دل لیے صحابہ بیٹھے تھے اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، صحابہ کرام اور امت کے حق میں دعائیں فرما رہے تھے۔ وہ منظر یاد آئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اب ہم جبل احد کی طرف روانہ ہوئے۔

جبل احد کی زیارت دوبارہ نصیب ہو رہی تھی۔ یہاں پر ہم نے شہدائے احد کے مزارات پر حاضری دی، شہدا کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ خصوصی طور پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درجات کی بلندی کی دعائیں اور ان پاک ہستیوں کے وسیلے سے اپنے حق میں ڈھیروں دعائیں مانگیں۔ ''مسجد شیخین'' میں نوافل ادا کئے اور دعائیں مانگی گئیں۔ اس کے بعد اب ہم اگلی زیارت ''مسجدِ الفسح'' کی طرف بڑھے۔

مسجد الفسح:

مسجد الفسح جبلِ اُحد کے دامن میں وہ جگہ ہے جہاں آپ ﷺ نے زخمی حالت میں قیام فرمایا تھا اور یہاں نماز بھی ادا کی تھی۔ اس مقام پر فائبر کی چھت ڈال کر اور ارد گرد جنگلے لگا کر اسے مسجد کی شکل دے دی گئی ہے۔ اب یہاں زائرین نوافل ادا کرتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔

مسجد الفس:

مسجد الفس کو ''مسجد الاحزاب'' اور ''مسجد الرد العجائبہ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد، مسجد نبوی سے تقریباً ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر جبل سلع کے دامن میں واقع ہے۔ ہم جب اس مقام پر پہنچے تو فضامیں ایک عجیب سی خاموشی اور وقار محسوس ہوا۔ جیسے وقت کی رفتار رک گئی ہو۔ یہاں کی فضا صدیوں پرانے رازوں کی امین تھی۔ اس کے بعد ہم مقامِ غزوۂ احزاب پر پہنچے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق یا ''غزوۂ احزاب'' کے دوران صحابہ کرام کے ساتھ قیام فرمایا۔ نمازیں ادا کیں اور اللہ تعالی سے دعا کی کہ مدینے پر حملہ کرنے والے قبائل پسپا ہو جائیں۔ اسی دعا کی قبولیت کی نسبت سے اس مسجد کو ''مسجد العجائبہ'' بھی کہا جاتا ہے یعنی وہ مسجد جہاں دعا قبول ہوئی۔

تاریخ کی روشنی میں اسے ''مسجد الاحزاب'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خندق کھودنے اور کفار سے مدینہ کا دفاع کرنے کے دوران قیام فرمایا۔ ''مسجد الرد'' یعنی ''پسپا'' اسی لیے کہلاتی ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے دشمن کے حملے کو ''رد'' (پسپا) فرمادیا۔

مسجد الفسح اس موقع پر کہلاتی ہے جب دشمن کے انخلاء کے بعد مدینہ والوں کو تھوڑی ''فصحت'' یعنی (کشادگی) اور راحت نصیب ہوئی۔ اِس مسجد پر باقاعدہ عمارت موجود نہیں بلکہ اس مقام کی نشان دہی پتھروں اور جنگلے لگا کر کی گئی ہے۔

ہم نے یہاں نوافل ادا کیے اور دل کی گہرائی اور سچائی سے دعا مانگی اور وہ لمحات یاد کیے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اسی جگہ کھڑے ہو کر رب سے مدد مانگ رہے تھے۔ سورہ احزاب کی آیات ذہن میں گونجنے لگیں:

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا۔

ترجمہ: اور اللہ نے کافروں کو ان کے غیض وغضب کے ساتھ ہی لوٹا دیا۔ وہ کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکے اور اللہ نے مومنوں کو لڑائی سے کافی کر دیا اور اللہ بڑی قوت والا غالب

ہے۔

حوالہ: (سورۃالاحزاب : آیت: ۲۵)

اس زیارت کے بعد اب ہماری اگلی زیارت باغِ عثمان غنی ؓ تھی۔باغِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی سرزمین پر صدیوں سے جاری صدقہ جاریہ ہے۔یہ مقام ''بیئر روما'' کے نام سے بھی مشہور ہے۔ مسجد نبوی سے تقریبا تین کلومیٹر کے فاصلے پر العقیق روڈ پر یہ باغ اور کنواں واقع ہے۔مدینہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو پینے کے پانی کی بہت قلت تھی۔اِس کنویں کا مالک ایک یہودی تھا۔وہ مسلمانوں کو مہنگے داموں پانی بیچتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص بیئر روما کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے یعنی اس کا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ رکھ دے تو اس کے لئے اس کے بدلے میں جنت میں بہترین نعمت ہے۔''

حوالہ: (سنن ترمذی :حدیث نمبر: ۳۷۰۳: جلد: ۵:ص :۶۲۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کنویں کو مہنگے داموں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔بعد ازاں انہوں نے اس کنویں کے ارد گرد کی زمین خرید کر کھجور کے درخت لگوادیے یہ باغ تب سے اب تک وقف ہے اور اس باغ کی آمدن آج بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتی ہے۔جسے مختلف خیراتی کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔یہ دنیا کی واحد جائیداد ہے جو قیامت تک کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ہم جب اس باغ میں پہنچے تو ایک روحانی سکون محسوس ہوا درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں پاکیزہ ہوااور مٹی کی مہک میں ایثار سخاوت اور عشقِ رسول اور رب کی رضا کی خوشبو بسی ہوئی محسوس ہوئی۔ صدیوں پرانے درخت آج بھی میووں سے لدے ہوئے تھے ۔پرندے چہچہا رہے تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نام اور نیکیاں ہمیشہ باقی رکھتا ہے۔یہاں کی پر نور فضاؤں اور ہواؤں کو ہم نے اپنی روح تک میں بھر لیا۔ اس کے بعد ہماری اگلی منزل زیارتِ مسجد القبلتین تھی اور ہم اس کی طرف روانہ ہوئے۔

مسجد القبلتین:

جیسے جیسے گاڑی مسجد کی طرف بڑھ رہی تھی، دل میں ادب کی ایک خاص روحانی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ یہ وہی مسجد تھی جہاں قبلہ تبدیل ہوا تھا۔وہ عظیم لمحہ جب نماز کے دوران مسجدِ اقصیٰ سے رخ بیت اللہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ اب ہم مسجد کے قریب پہنچ چکے تھے۔سفید رنگ کی سادہ سی پر نور مسجد جس کے اوپر دو محرابیں بنی ہوئی تھی ایک ''بیت المقدس'' کی طرف اور دوسری ''خانہ کعبہ'' کی طرف ۔میں سوچ رہی تھی کہ وہ لمحہ کیسا خوبصورت ہو گا جب عین حالت نماز میں اللہ کا حکم نازل ہوا۔

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(۱۴۹)

''اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔''

حوالہ:(سورۃالبقرہ : آیت :۱۴۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فوراً رخِ انور کعبہ کی طرف پھیرا اور پیچھے کھڑے صحابہ نے بھی بنا کسی توقف کے اپنے رخ بدل لیے۔ہم اس مسجد کے اندر گئے تو بے انتہا سکون محسوس ہوا۔اس مسجد کے درودیوار میں آج بھی ایسا تقدس محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس جگہ کو محفوظ، مرجعِ خلائق اور امن والا بنا دیا ہے جہاں جہاں اس کے محبوب کے قدم مبارک لگے ہیں۔اپنی خوش بختی پر ناز ہونے لگا کہ اللہ پاک نے اس پاک شہر میں ہمیں پہنچایا اور یہاں کی زیارات نصیب فرمائیں۔ مسجد قبلتین میں دو نفل ادا کیے اور دعا مانگی یا اللہ! ہمیں بھی صحابہ جیسی اطاعت اور اخلاص عطا فرما آمین۔

مسجدِ خندق:

غزوۂ احزاب کے حوالے سے مسجد الفتح کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔یہ مسجد مدینہ منورہ کی خاموش اور مقدس فضاؤں میں مسجد نبوی سے شمال مغرب کی سمت تقریبا ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک تاریخی مقام پر واقع ہے۔اِس مسجد کو ''مسجدِ احزاب'' بھی کہا جاتا ہے۔یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ نے کٹھن حالات میں خندق

کھود کر اسلام کے قلعے کو بچایا۔ یہ زیارت میرے لیے محض تاریخ کا مطالعہ نہیں تھی بلکہ دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا لمحہ تھا۔ اس جگہ پر ایسا محسوس ہوا جیسے ہوائیں بھی انہی واقعات کو بیان کر رہی ہوں۔ ہم مسجد خندق کے قریب کھڑے تھے اور سوچ رہے تھے کہ وہ کتنا مشکل اور کٹھن وقت ہو گا جب رسولِ کریم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ مدینے کی حفاظت کے لیے شہر کے گرد خندق کھود رہے تھے اور بھوک پیاس سے نڈھال پیٹوں پر پتھر باندھ کر مدینے کے دفاع کو محفوظ بنانے کے لیے محنت کر رہے تھے۔ جب ایک صحابی نے آپ ﷺ کو اپنی بھوک کا احوال بتایا اور اپنے پیٹ پر بندھا پتھر دکھایا تو آپ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹایا تو آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ اور پھر یاد آیا کہ اسی موقع پر حضرت جابرؓ نے آپ ﷺ کی دعوت کی تو وہ معجزہ رونما ہوا کہ ایک بکری کے بچے کا گوشت اور ایک پرات بھر آٹے سے کیسے پورے لشکر نے سیر ہو کر کھایا مگر گوشت کا سالن بھی بچ گیا اور گندھا ہوا آٹا بھی۔ کھڑے تو ہم جدید مدینہ کی فضاؤں میں تھے مگر دل و دماغ دورِ رسالت میں پہنچے ہوئے تھے۔ غزوہ خندق پانچ ہجری میں پیش آیا۔ تقریباً دس ہزار سپاہ کا زبردست لشکرِ کفار تھا۔ جبکہ مدینہ کی پوری آبادی عورتوں بچوں بوڑھوں سمیت اس کے برابر نہ تھی۔

لشکرِ کفار جوں ہی اپنے علاقے سے حرکت میں آیا۔ مدینہ کے مخبرین نے یہ خبر اپنی قیادت تک پہنچا دی۔ اطلاع ملتے ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دفاعی منصوبے پر صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور حضرت سلمان فارسی کی رائے پر خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ اس تجویز پر فوری عمل درآمد شروع کرتے ہوئے ہر ۱۰ آدمی کو ۴۰ ہاتھ خندق کھودنے کا کام دیا گیا۔ خندق خدائی کے دوران بہت سے معجزات بھی رونما ہوئے۔

> ''ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے شکم کھول کر ایک ایک پتھر دکھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے شکم مبارک کو کھول کر دو پتھر دکھلائے۔''
>
> (مشکوۃ المصابیح : ۲ جامع ترمذی : ۴۴۸)

> صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اندر سخت بھوک کے اثار دیکھے تو بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور ان

کی بیوی نے ایک ''صاع'' تقریباڈھائی کلو جو پیسا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے رازداری کے ساتھ گزارش کی کہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام اہل خندق کو جن کی تعدادا ایک ہزار تھی۔ ہمراہ لے کر چل پڑے۔ اور سب لوگوں نے اس ذرا سے کھانے سے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر بھی گوشت کی ہانڈی اپنی حالت پر برقرار رہی اور بھری کی بھری جوش مارتی رہی اور گوندھاہوا آٹا اپنی حالت پر برقرار رہا اس سے روٹی پکائی جاتی رہی۔

(صحیح بخاری : 2: 589:588)

اس واقعے کی یاد میں اس جگہ پر ''مسجد بنی حرام'' تعمیر کی گئی جو آج بھی مسجد خندق کے قریب ہی موجود ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کی بہن خندق کے پاس دو مٹھی کھجور لے کر آئیں کہ ان کے بھائی اور ماموں کھالیں گے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سے گزریں تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے وہ کھجوریں لے لیں اور ایک کپڑے کے اوپر بکھیر دیں۔ پھر اہل خندق کو دعوت دی اہل خندق انہیں کھاتے گئے اور وہ بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ سارے اہل خندق کھا کھا کر چلے گئے اور کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کناروں سے باہر گر رہی تھیں۔

(ابن ہشام: ۲: ۲۱۸)

انہی ایام میں ان دونوں واقعات سے کہیں بڑھ کر ایک اور واقعہ پیش آیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ خندق کھود رہے تھے کہ ایک چٹان نما ٹکڑا آڑے آ گیا۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ چٹان نما ٹکڑا خندق میں حائل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''میں اترتا ہوں'' اس کے بعد آپ اٹھے، آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ ہم نے تین روز سے کچھ چکھا نہ تھا۔۔۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کدال لے کر مارا تو وہ چٹان نما ٹکڑا بھر بھرے تودے میں تبدیل ہو گیا۔ (صحیح بخاری : ۲: ۵۸۸)

کفار کے مدینہ پہنچنے سے پہلے پہلے خندق تیار ہو گئی۔ قریش کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ خندق جیسا کوئی معاملہ پیش آئے گا۔ مشرکین نے تقریبا ایک ماہ تک مسلمانوں کا محاصرہ کیے رکھا مگر بے سود۔ انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز ہواؤں کا طوفان بھیج

دیا۔ جس نے ان کے خیمے تک اکھیڑ دیئے۔ ہانڈیاں الٹادیں۔ تنابوں کی کھونٹیاں اکھاڑدیں۔ کسی چیز کو قرار نہ رہااور اس کے ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا۔ جس نے انہیں ہلا ڈالا اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا۔

جنگ احزاب درحقیقت نقصانِ جان و مال کی جنگ نہ تھی۔ بلکہ اعصاب کی جنگ تھی۔ اس میں کوئی خون ریز معرکہ پیش نہیں آیا۔ لیکن پھر بھی یہ اسلامی تاریخ کی ایک فیصلہ کن جنگ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جنگ احزاب سے واپسی کے بعد فرمایا:

> ''اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے۔ اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔''
>
> حوالہ: (صحیح بخاری: ۲: ۵۹۰)

ہم اس وقت مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے اہل خندق جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کھودی تھی وہ وقت کے ساتھ ساتھ مٹی اور تعمیرات میں دب چکی ہے۔ آج وہاں خندق کی جگہ مخصوص انداز میں ظاہر کی گئی ہے۔ مگر اصل خندق موجود نہیں ہے۔ البتہ مسجد خندق کے ارد گرد چھ اور چھوٹی مساجد ہیں۔ جنہیں مساجد سبعہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ کو تو مسجد خندق میں ہی ضم کر دیا گیا ہے اور کچھ وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو چکی ہیں۔ کچھ کے بہت تھوڑے آثار موجود ہیں۔ ان سات مساجد کے نام یہ ہیں:

مسجد الفتح: یہ اس جگہ پر تعمیر کی گئی تھی جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین دن، رات مسلسل دعا فرمائی تھی اور آپ کی دعا قبول ہوئی تھی۔

مسجد علی کرم اللہ وجہہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قیام کی نسبت سے تعمیر کی گئی۔

مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: حضرت ابو بکر صدیق نے اس جگہ پر قیام فرمایا اسی نسبت سے اس مسجد کا نام مسجد ابو بکر تھا۔

مسجد عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ: حضرت عمر فاروق کے قیام کی نسبت سے یہ مسجد تعمیر کی گئی تھی۔

مسجد فاطمۃ الزہرہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی نسبت سے یہ مسجد تعمیر کی گئی تھی۔

مسجد سلمان فارسی: حضرت سلیمان فارسی کی نسبت سے یہ مسجد تعمیر کی گئی۔

مسجد خندق (احزاب): نبی کریم اور صحابہ کرام کی قیادت کا مرکز تھا۔

اس جگہ پر جو دعائیں کی گئی وہ ہمارے دل کی گہرائیوں سے نکل رہی تھیں۔

اے اللہ! ہمیں بھی صحابہ کی سی استقامت عطا فرما۔ اے رب العالمین! اس مقدس مقام اور اپنے پیارے حبیب کے صدقے ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ یا رب العالمین! جس طرح تو نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ ہماری جھولیوں کو بھی اپنے کرم سے بھر دے۔ آمین یارب العالمین۔ سبعہ مساجد اُن صحابہ کی یادگار ہیں، جو غزوہ خندق میں اسلامی فوج کے دستوں کو کمانڈ کر رہے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جنگ کے تقریباً ۸۰ سال بعد اُن کی یادگار کے طور پر یہ مساجد تعمیر کروائی تھیں۔

مسجد خندق کے بعد ہم مسجدِ قبا حاضر ہوئے وہاں پر نوافل ادا کئے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہاں پر دو نفل کا ثواب مقبول عمرہ کے برابر ہے۔ مسجد قباء کا ذکر پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اگلی زیارت مسجدِ جمعہ کی تھی۔

مسجدِ جمعہ: مسجد جمعہ، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تقریباً ڈھائی کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر قباء تشریف لائے، تو وہاں چند دن قیام کے بعد ۱۲/ ربیع الاول بروز جمعہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قبا اور مدینہ کے درمیان ایک وادی ''وادی رانونا'' میں جب دوپہر کے وقت نماز کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قبیلہ بنی سالم بن عوف کے مقام پر قیام فرمایا اور یہاں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ اس طرح مدینہ ہجرت کے بعد سب سے پہلا جمعہ کا خطبہ اسی مقام پر دیا گیا اور مدینہ میں پہلا جمعہ اسی مقام پر ادا کیا گیا۔ اس نمازِ جمعہ میں تقریباً ۱۰۰ افراد شامل تھے۔ اسی مقام پر بعد میں مسجد بنی جو مسجد جمعہ کہلائی۔

اب ہماری اگلی منزل حضرت عتبان ؓ بن مالک کا گھر تھا۔

عتبان بِن مالک کا گھر:

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ، حضرت عمر بن خطاب کے انصاری بھائی تھے۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مہاجرین وانصار کو بھائی بھائی بنایا تو حضرت عمر بن خطاب کو حضرت عتبان بن مالک کا بھائی بنادیا۔ مسجد جمعہ کے بالکل سامنے ایک اور زیارت دیکھنے کو ملی۔ یہ انہی صحابی ''عتبان بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ'' کے گھر کے آثار ہیں جو حضور کے دور میں یہاں موجود تھا۔ یہ صحابی بہت بوڑھے تھے اور آخری عمر میں ان کی نظر بھی ختم ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ان کے لیے مسجد آنا جانا کافی مشکل ہو گیا۔ خاص طور پر بارش وغیرہ کے موسم میں، توانہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر نماز ادا کریں۔ تاکہ میں اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کروں تو آپ ﷺ نے ان صحابی کے گھر میں نماز ادا کی۔ یہ گھر اب کھنڈرات کی شکل میں ہی تھوڑا بہت باقی ہے لیکن وہاں پر مصلے بچھائے گئے ہیں اور زائرین آج بھی وہاں پر نوافل ادا کرتے ہیں۔

مزرع الفقیر اور بیئر الفقیر:

ہماری اگلی زیارت ''مزاع الفقیر'' اور ''بیئر الفقیر'' تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم اس باغ میں پہنچ چکے تھے۔ جسے مزرع الفقیر کے نام سے منسوب کیا گیا تھا۔ یہ وہی باغ ہے جس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ بطور غلام کام کرتے تھے۔ حضرت سلیمان فارسی، فارس ایران کے مشہور شہر اصفہان کے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد آتش پرست تھے۔ لیکن حضرت سلمان فارسی کبھی اس مذہب سے مطمئن نہ ہوئے۔ آخر ایک عیسائی کے پیروکار ہوئے۔ لیکن مسلسل حق کی تلاش میں رہے۔ عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد گھر والوں کی سختیوں سے تنگ آ کر ملک شام پہنچے اور اس کے بعد عراق، ترکی اور پھر عمودیہ پہنچے۔ عمودیہ پہنچ کر آپ وہاں کے سب سے بڑے پادری کی خدمت میں رہنے لگے۔ اس پادری کا جب آخری وقت آیا تو اس نے حضرت سلمان فارسی سے کہا:

''میرے بیٹے اب میں اس دنیا سے رخصت ہوتا ہوں۔ اب نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ جو صحرائے عرب سے اٹھ کر دین حنیف کو زندہ کرے گا۔ اور اس زمین کی طرف ہجرت کرے گا جہاں کھجوروں کی کثرت ہو گی۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ وہ ہدیہ قبول کرے گا لیکن صدقہ اپنے لیے احرام سمجھے گا۔ تم جب اس نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا۔''

کچھ عرصے بعد قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ عمودیہ سے گزرا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ یہ قافلہ وادی القریٰ پہنچا تو قافلے والوں نے حضرت سلمان رضی اللہ کو یہودیوں کے ہاتھ بطور غلام فروخت کر دیا۔

ایک دن ان کے یہودی مالک کا رشتہ دار جو یثرب (مدینہ) کا رہنے والا تھا، وہ اس سے ملنے آیا۔ اس کو ایک غلام کی ضرورت تھی اس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ کو ان کے مالک سے خرید لیا۔ اور یثرب لے آیا۔ حضرت سلمان نے مدینہ میں جب کھجوروں کے جھنڈ دیکھے تو آپ سمجھ گئے کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی باغ میں کام کیا کرتے تھے جہاں آج ہم موجود تھے اور قریب ہی موجود اس کنویں ''بیئرالفقیر'' سے کھجوروں کے باغوں کو سیراب کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضور کی مدینہ میں آمد کے بعد اسلام قبول کیا۔ حضرت سلمان فارسی کو اس یہودی کی غلامی سے آزاد کروانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسی باغ میں اپنے دست مبارک سے ۳۰۰ کھجوروں کے درخت لگائے اور ۴۰ اوقیہ سونا اس یہودی کو دے کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کروایا۔

میں اس باغ میں کھڑی کھجوروں کے سرسبز و شاداب درختوں کو دیکھ رہی تھی کہ نہ جانے کون کون سے بابرکت درخت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس باغ میں لگائے ہوں گے۔ سعودی حکومت نے وہاں پر معلوماتی تختیاں آویزاں کر رکھی ہیں۔ اور ان جگہوں کو محفوظ بھی رکھا گیا ہے۔ ہماری خوش بختی تھی کہ! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لگائے گئے، اور حضرت سلمان فارسی کے سیراب کیے گئے، درختوں کی

چھاؤں میں سانس لے رہے تھے۔ اور ان لمحات کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ساتھ ساتھ دل سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ:

یارب العالمین! جس طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آرزو پوری ہوئی اسی طرح ہمیں بھی دین کامل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے لیے دنیا و اخرت کے ہر معاملے میں آسانی عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

مزرعۃ العالیہ:

باغِ مزرعۃ العالیہ مدینہ منورہ کے جنوبی علاقے ''العالیہ'' میں واقع ہے۔ مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ محبوب خدا کی یادوں سے مہک رہا ہے۔ العالیہ کے مقام پر بہت سے کھجوروں کے درخت اور کنویں موجود ہیں۔ انہی میں ایک ''مزرعۃ العالیہ'' یعنی وہ باغ تھا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتی ملکیت تھا۔ یہ وہی باغ تھا۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی کبھی آرام کی نیت سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اسی نسبت سے یہ جگہ ہمارے لیے قابل احترام تھی یہ ایک پرسکون کھجوروں کا باغ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس باغ کی آمدن بھی فقراء اور مساکین میں بانٹ دیا کرتے تھے۔

ہوا کی لطیف خنکی، دور سے آتی اذان کی آواز، اور خاموش کھجوروں کے جھرمٹ میں، ہم نے دل کی گہرائیوں سے درود پاک پڑھا

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ۔۔۔۔۔۔

دعائیں مانگیں اور اللہ پاک کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہماری زندگی میں یہ دن شامل فرمایا کہ ہم سکون سے درِ نبی پر حاضری کے ساتھ ساتھ ان جگہوں کی زیارت بھی کر سکے جہاں جہاں پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم مبارک پڑے۔

ماشاء اللہ آج ہماری بہت سی زیارات ہو چکی تھیں۔ اور اب ہم واپسی اپنے ہوٹل کی طرف گامزن تھے۔

نوٹ: جس ترتیب سے ان زیارات و مقامات کا ذکر بیان کیا گیا ہے اگر زائرین اسی ترتیب سے

زیارات کا شیڈول بنائیں تو بڑی آسانی سے ایک ہی دن میں بہت سے اہم مقامات کی زیارت کر سکتے ہیں۔

آج جمعرات کی صبح ،فجر کے بعد ریاض الجنہ میں حاضری ہوئی تو دل بڑا اداس تھا۔ کیونکہ جمعہ کے روز خواتین کے لیے ریاض الجنہ میں حاضری پر پابندی تھی۔ خواتین کو نہیں بھیجا جاتا تھا لہذا حضورؐ کی خدمت میں آج آخری حاضری تھی۔ پھر یا قسمت یا نصیب پتہ نہیں زندگی میں دوبارہ کب یہاں آنا ہو گا۔ باربار حضور کی خدمت میں درودوسلام اور التجائیں پیش کیں۔

یا اللہ ! اپنے حبیب پاک کے صدقے ہمیں حضور کی گلیوں کا مستقل مکین بنادے۔ ہمیں بار بار یہاں آنا اور حضور کے قدموں میں رہنا نصیب فرمادے۔ (امین)

اس دن میں کافی دیر تک وہاں پر بیٹھی نوافل اور دعائیں مانگتی رہی۔ ویسے تو مدینہ میں میری یہی روٹین رہی کہ فجر کے بعد ریاض الجنہ میں تسلی سے نوافل، دعائیں اور سلام بیٹھ کر پڑھتی رہتی تھی اور تقریباً ساتھ آٹھ بجے واپس ہوٹل آتی تھی۔ لیکن جمعرات کو واپس آنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ بہر حال کافی دیر کے بعد بوجھل قدموں سے اٹھی۔ حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا اور الٹے قدموں پر چلتی ہوئی واپسی کی راہ لی۔ ہوٹل آتے ہوئے ناشتہ لیا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ ناشتے کے بعد کچھ دیر آرام کیا۔ ظہر سے پہلے کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھے مدینہ کا ہر ہر منظر جیسے دل میں بستا جا رہا تھا۔

ظہر کی اذان سے پہلے پھر ہم دونوں میاں بیوی مسجد نبوی پہنچ گئے۔ دن مسجد نبوی میں گزارا۔ آج کا دن بڑا اداس تھا۔ اس حوالے سے کہ کل بروز جمعہ ہماری واپسی تھی۔ حرم میں نماز ظہر کے بعد دو نوافل برائے شکرانہ ،دو نوافل برائے حاجت ،صراط التسبیح نماز ، پڑھنے کے بعد میں قران پاک کی تلاوت کرنے لگی۔ میرے پاس کچھ پیپرز جن پر دعائیں لکھی ہوئی تھیں، میں حرم پاک میں روزانہ یہ دعائیں پڑھتی تھی۔ اس وقت بھی یہ پیپرز میری رحل پر رکھے ہوئے تھے۔ مدینے سے بچھڑنے کا غم دل میں تھا اور آنکھوں سے آنسو باوجود کوشش کے رک نہیں رہے تھے۔ آج دل بہت اداس تھا۔ میں نے اپنے آپ کو تلاوت میں مشغول کرنے کی کوشش کی۔

اتنے میں ترکی خواتین کا ایک گروپ جو حج کی نیت سے مدینہ پہنچا تھا میرے قریب

آ کر بیٹھ گئیں، اور ان میں سے ایک خاتون نے دعاؤں والے پیپرز مجھ سے مانگے میں نے انہیں دے دیے۔ انہوں نے پڑھنے کی کوشش کی لیکن پھر مجھے پکڑا کر اشارے سے سمجھایا کہ یہ پڑھ کر سناؤ۔ میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ان تمام گروپ کی خواتین نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے۔ پھر میں نے وہ دعائیں پڑھنا شروع کیں تو سب آمین کہنے لگیں۔ ابھی میں نے چند ہی دعائیں پڑھی تھیں کہ ہمارے قریب ایک عربی عورت جو مدینہ کی رہائشی تھی۔ اس نے وہ دعاؤں والے پیپرز میرے ہاتھ سے جھپٹ لیے۔ وہ بڑی خوش ہو کر دعائیں پڑھنے لگی۔ ترک خواتین اس عورت کی اس حرکت پر حیران ہو رہی تھیں۔ بہر حال اس عربی عورت نے وہ پیپرز بڑی خوش دلی سے واپس دیے تو ہم سب نے پھر دعائیں مانگنا شروع کر دیں۔

صورتحال ایسی تھی کہ نہ مجھے ترکی اور عربی زبان سمجھ آرہی تھی۔ اور نہ ترکی والوں کو اردو اور عربی سمجھ آرہی تھی اور نہ ہی اس عربی عورت کو اردو اور ترکی سمجھ میں آرہی تھی۔ بہر حال دعائیں مکمل ہونے کے بعد اس ترکی عورت نے میرے ہاتھ چومے، اپنا بیگ کھولا اس میں سے دو سٹالر (سر پر اوڑھنے والے سکارف) اور دو اونی موزوں کے جوڑے نکال کر تحفتاً میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے ان میں سے ایک سٹالر اور ایک موزوں کا جوڑا لے لیا۔ دوسرا سٹالر اور موزے اس خاتون نے اس عربی عورت کو بطور تحفہ دے دیے۔ میرے بیگ میں کچھ کھجوریں تھیں۔ میں نے وہ انہیں پیش کیں جو سب نے خوش ہو کر کھائیں۔

ہم ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے تھے۔ مگر پھر بھی تھوڑی بہت اشاروں سے اپنی بات ایک دوسرے کو سمجھا رہی تھیں۔ وہیں پر ہم نے عصر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد مغرب کا وقت قریب قریب تھا اور ہمارے درمیان جو مدنی عربی خاتون موجود تھیں، انہوں نے دستر خوان بچھایا۔ کیونکہ ان خاتون کا روزہ تھا۔ دستر خوان پر انہوں نے زم زم، قہوے کا تھرمس، ڈسپوزیبل کپ، دہی کے چھوٹے پیکٹ، بن اور ایک خاص قسم کا چاٹ مصالحہ رکھا۔ اور اب ہم سب خواتین کو ساتھ شامل کر کے انہوں نے روزہ افطار کیا۔ چاٹ مصالحہ دہی میں مکس کر کے بن کے ساتھ کھایا اور پھر قہوہ پیا۔ یہ مدینے کا روایتی لذیذ کھانا تھا۔ نماز مغرب پڑھی اور اس کے بعد ان عربی خاتون نے مجھ سے وہ دعائیں لے کر دوبارہ اجتماعی دعا کروائی۔

قربان جاؤں میں اپنے پیارے آقا کی مہمان نوازی پر کہ جیسے میرا دل اداس اور غمگین تھا۔ آنسو تھے کہ رک نہیں رہے تھے۔ مجھے اپنے حبیب کے در پر ایسے رفقاء کا ساتھ ملا کہ دل کی بے چینی دور ہو گئی۔ بے شک آپؐ کے در پر بات دل میں ہوتی ہے اور سائل کا دامن بھر جاتا ہے۔ میں نے وہ سٹالر آج بھی سنبھال کر رکھا ہوا ہے اور اپنی بیٹیوں سے کہا ہوا ہے کہ جب مجھے دنیا سے رخصت کیا جائے تو یہ اسٹالر میرے سر پر اڑھا دیا جائے۔ کیونکہ یہ مجھے در نبی سے ملا ہے۔ مغرب کے بعد ہم سب خواتین نے عشاء کی نماز بھی اکٹھے ادا کی اور پھر ہم سب گلے ملتے ہوئے ایک دوسرے سے رخصت ہو گئیں۔ میں حرم سے باہر آئی تو نقوی صاحب بھی نماز ادا کرنے کے بعد گیٹ کے پاس میرا انتظار کر رہے تھے۔ پھر ہم دونوں واپس ہوٹل کی طرف چل پڑے۔

مدینہ میں قیام کا آج آٹھواں دن تھا۔ یعنی جمعۃ المبارک۔ آج صبح فجر کی نماز کے بعد ہم ہوٹل واپس آئے تو کچھ دیر کے بعد باجی فرحت، بھائی افتخار اور حارث تینوں مدینہ منورہ ہمارے پاس پہنچ گئے۔ وہ بھی کافی لمبا سفر کر کے یہاں پہنچے تھے، لہٰذا سب نے کچھ دیر آرام کیا۔ جمعہ کی اذان سے پہلے ہم نے اپنا سامان وغیرہ سمیٹا اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے حرم کی طرف بڑھے۔ میں اور باجی فرحت خواتین والے حصے میں آ گئیں۔ نماز ادا کی، خوب دعائیں مانگی گئیں۔ اس کے بعد میں اور باجی صحن حرم کے ساتھ ساتھ پرفیوم اور جائے نمازوں کی دکان پر گئیں۔ باجی نے وہاں پر موجود خوبصورت جائے نمازیں دکھائیں جو کہ خاص مدینہ کے لوگ زمانہ قدیم سے اپنے ہاتھوں سے تیار کرتے آ رہے ہیں۔ ہم نے وہاں سے کچھ جائے نمازیں خریدیں اور ہوٹل واپس آئے پھر اکٹھے کھانا کھایا اور واپسی جدہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن دل وہیں شہر مدینہ میں رہ گیا۔

راستے میں باجی نے بتایا! کہ آج شام میمونہ (میری دوسری بڑی بہن جو اپنی فیملی کے ساتھ جدہ میں رہائش پذیر ہیں) کے گھر پر ہم سب کی دعوت ہے۔ لہٰذا جدہ پہنچ کر پہلے بڑی بہن باجی فرحت کے گھر گئے، وہاں سے فریش ہو کر ان سے چھوٹی بہن میمونہ کے گھر ہم سب ایک ساتھ پہنچے۔ میمونہ نے بہت پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اتنی زیادہ ڈشز تیار کی گئی تھیں کہ چکھتے چکھتے ہی پیٹ بھر گیا۔

ایک دو دن گھر پر آرام کیا گیا۔ دن میں باجی فرحت، بھائی افتخار اور حارث اپنی ڈیوٹی پر جاتے اور مغرب کے ٹائم واپسی ہوتی۔ شام کا کھانا ہم مل کر کھاتے اور اس کے بعد وہ ہمیں کسی نہ کسی تفریحی مقام یا شاپنگ مال میں لے جاتے۔ ہماری واپسی کا وقت بھی قریب قریب تھا۔ باجی اور بھائی نے پروگرام بنایا کہ ہمیں طائف لے کر چلتے ہیں۔

سفرِ طائف: جدہ اور مکہ مدینہ کا ٹمپریچر جب ہم وہاں پر تھے پچاس ڈگری یا اس سے زیادہ ہی رہا تھا۔ شدید ترین گرمی، مگر یہ گرمی کی شدت محسوس اس لیے نہیں ہوتی کیونکہ گھروں کے تمام کمروں یہاں تک کہ کچن تک میں اے۔ سی لگے ہوئے ہیں۔

آج صبح فجر کی نماز کے بعد طائف جانے کی تیاری تھی۔ جلدی جلدی کچھ ضرورت کی چیزیں ساتھ لی گئیں۔ اپنے پاسپورٹ وغیرہ ساتھ رکھے گئے اور ہم سب طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہی شاہراہ تھی جو جدہ سے مکہ کی طرف جاتی تھی۔ لیکن حدود مکہ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ دائیں جانب طائف کی طرف مڑ جاتی تھی۔ اب ہمارا سفر طائف کی طرف جاری تھا۔ باجی فرحت نے بتایا:

’’ہم طائف شہر کو سعودی عرب کا مری کہتے ہیں یعنی جیسے ہم پاکستان میں مری کے خوشگوار موسم کو انجوائے کرنے کے لیے جاتے ہیں اسی طرح جب جدہ کی گرمی سے گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے تو طائف کی طرف کا رخ کرتے ہیں۔‘‘

مجھے یاد آیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت بھی یہ رواج تھا کہ بچوں کو بہترین پرورش کے لیے پر فضا مقامات پر دائیہ کے سپرد کر دیا جاتا تھا تاکہ انہیں شدید ترین گرمی سے بچایا جاسکے اور پُر فضا قدرتی ماحول میں ان کی پرورش ہوسکے۔ اسی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی طائف میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ میں دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات کی حاضری کا شرف بخشا۔

گرمی شدید ترین تھی۔ جدہ سے طائف کا سفر تقریباً ڈھائی تین گھنٹے کا تھا۔ ویسے تو جدہ ساحل سمندر پر واقع ایک شہر ہے۔ جس کے ایک طرف سمندر اور دوسری طرف جب مکہ جاتے ہیں تو پہاڑی راستہ ہے لیکن یہ پہاڑ بہت زیادہ بلند نہیں۔ مگر جب طائف کا پہاڑی راستہ شروع ہوا

تو یہ بہت بلند و بالا پتھریلے پہاڑ تھے۔ جہاں سبزے کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ کہیں کہیں کانٹے دار جھاڑیاں نظر آجاتی تھیں۔ طائف کا سفر کوئی معمولی سفر نہیں تھا۔ بلکہ یہ ایک کٹھن پہاڑی راستہ ہے۔ سعودیہ میں چاہے ریگستان ہوں یا پہاڑ، وہاں کی گورنمنٹ نے روڈ بہت اچھے بنائے ہوئے ہیں۔

جس راستے پر ہم سفر کر رہے تھے یہ راستہ ''طریق الہدیٰ'' کہلاتا ہے۔ یہاں پر بھی روڈ تو بہت اچھے بنے ہوئے ہیں لیکن راستوں میں عجیب ہیبت اور خوف محسوس ہوا۔ کیونکہ اتنے اونچے پتھریلے چٹیل پہاڑ۔ پہاڑوں پر بنی ہوئی سڑک اور سڑک کی دوسری سائیڈ پر گہری کھائیاں تھیں۔ اتنے لمبے پہاڑی سفر میں بہت کم سفر کرتے ہوئے لوگ نظر آئے۔ سڑک کنارے کوئی آبادی یا کسی قسم کی کوئی دکان یا کوئی انسان نظر نہیں آیا۔

یہ راستے کی خاموشی اور تنہائی دل پر اثر کر رہی تھی اور سارے راستے مَیں اسی سوچ میں گم رہی کہ آج تو انسان نے اتنی ترقی کر لی ہے، سفر اتنا ارام دہ ہو گیا ہے۔ آج سے ۱۵۰۰ سال پہلے جب دائی حلیمہ اپنی لاغر اونٹنی پر مکہ تشریف لائی ہوں گی تو انہیں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہو گا۔

اسی طرح جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طائف والوں کو دعوت اسلام دینے تشریف لے گئے اور جو ناروا سلوک طائف کے سرداروں نے آپؐ کے ساتھ کیا جس طرح آپ ﷺ زخمی ہوئے، سوچ کر ہی آنکھوں سے آنسو نکل آئے کہ ان دشوار گزر راستوں پر آپ ﷺ کیسے ان راستوں سے گزرے ہوں گے۔ کس طرح مکہ واپس آئے ہوں گے۔ انہی تکالیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو حضورؐ کے پاس بھیجا ہو گا کہ اگر آپ کہیں تو طائف والوں کو ان پہاڑوں کے درمیان میں پیس کر رکھ دیا جائے۔ مگر کیا کہنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحمت کے کہ آپؐ نے فرمایا نہیں، طائف والے اگر میری بات نہیں سمجھے تو ہو سکتا ہے کہ ان کی آنے والی نسلیں ایمان لے آئیں۔ یہ حضورؐ کی رحمت و محبت ہی ہے کہ آج پورا طائف اسلام کی دولت سے مالا مال ہے۔

سفر مسلسل بلندیوں کی طرف جاری تھا اتنے لمبے سفر میں کوئی سایہ دار درخت

کوئی، پٹرول پمپ تک نہیں تھا۔ سوچ کر گھبراہٹ بھی ہوئی کہ اگر درمیان راستے میں کسی کی گاڑی میں کوئی مسئلہ ہو جائے یا پیٹرول ختم ہو جائے تو اردگرد کوئی نہیں جو آپ کی مدد کر سکے۔ کافی لمبے سفر کے بعد قربان جائیں اپنے رب کی قدرت اور اس کی حکمت پر کہ طائف شہر کے آثار نظر آئے۔ یہ طائف شہر کا ''الہدیٰ روڈ'' تھا، جہاں سے خوبصورت وادی طائف شروع ہو جاتی ہے۔ بل کھاتے راستے خوبصورت پھولوں سے لدے خوشبودار راستے اور قدرتی مناظر نظر آرہے تھے۔ ہوا ٹھنڈی اور موسم خوشگوار ہونے لگا۔ طائف کے خوشگوار موسم اور قدرتی ماحول کی وجہ سے اسے ''مدینۃ الورود''یعنی ''پھولوں کا شہر'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں انگور، انار، انجیر اور گلاب کے باغات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک خوبصورت اور صاف ستھرا شہر ہے۔ اس شہر میں داخل ہوتے ہی تاریخ کے بہت سے اوراق ذہن میں الٹ پلٹ ہونے لگے۔

حضور کا بچپن حضرت، دائی حلیمہ کی کٹیا، شق الصدر کا واقعہ، سب ذہن میں گھوم گیا۔ سارے منظر یاد آنے لگے۔ لیکن پتہ چلا کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی رہائش طائف کے نواہی دیہات بنو سعد جو کہ طائف سے بھی کافی آگے ہے۔ وہاں پر تھی، اور یہ بھی بتایا گیا کہ وہاں پر باقاعدہ طور پر اب نہ تو وہ گھر موجود ہے نہ کوئی خاص آبادی ہے۔

طائف میں قیام اور روحانی مناظر:

طائف میں داخل ہوتے ہی موسم کی خنکی نے دل کو شاد کر دیا۔ بلند پہاڑوں کے دامن میں بسے اس حسین شہر کا ہر گوشہ ہمیں کسی نہ کسی تاریخی اور روحانی لمحے کی یاد دلاتا تھا۔

مسجد عداس:

پہلی روشنی کی کرن طائف کی خاک میں چھپا ایک چھوٹا سا، مگر عظیم مقام ''مسجد عداس'' ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کو طائف کے سنگ دل لوگوں نے زخمی کیا اور جہاں ایک غلام عداس نے آپؐ کو کھانے کے لیے انگوروں کا خوشہ پیش کیا۔ آپؐ کے پاؤں دھلوائے اور آپ کی عظمت کو پہچان لیا۔ یہ مسجد آج بھی خاموش گواہ ہے اس لمحے کی جب عداس نے نبی کریم ﷺ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اسلام کی طرف پہلا قدم بڑھایا۔ وہاں جا کر دل نم ہو

گیا۔ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے گویا روح نے صدیوں پرانی وہ صدا سن لی ہو: ''اگر یہ لوگ مجھے نہیں مانتے تو شاید ان کی نسلیں ایمان لے آئیں...''

سوقِ عکاظ:

جہاں عرب شعور بولتا تھا سوقِ عکاظ، طائف کے قریب واقع ایک قدیم اور مشہور کھلا بازار ہے۔یہ زمانہ قبل از اسلام سے موجود ہے۔ گو کہ اب ایک مشہور سیاحتی مقام بھی ہے۔جہاں عرب کے عظیم شعراء اور قبیلے علم، شاعری اور فصاحت کا مظاہرہ کرتے تھے۔یہ صرف ایک بازار نہیں، بلکہ عربی تہذیب و تمدن کا عظیم مرکز تھا، جہاں نبی کریم ﷺ بھی تشریف لائے اور قریشِ مکہ کے انکار کے بعد طائف کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔

جب ہم وہاں پہنچے تو سناٹے میں گونجتی قدیم صدا محسوس ہوئی: ''قولوا لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تفلحوا!'' اور دل نے گواہی دی: ہاں، یہی آواز وہ تھی جس نے دل بدل ڈالے۔

شُرَیف:

پھولوں، پھلوں اور سادگی کی سرزمین طائف کے علاقے ''شُرَیف'' میں ہم نے ایک چھوٹا سا باغ دیکھا، جہاں گلاب کے پھولوں کی خوشبو، ٹھنڈی ہوا، اور انگور کی بیلیں ہمارے استقبال کو موجود تھیں۔یہ علاقہ آج بھی اپنی سادگی، قدرتی خوبصورتی، اور خوشبودار گلاب کے پانی کی تیاری کے لیے مشہور ہے۔ایک لمحے کو یوں لگا جیسے وقت تھم گیا ہو، اور ہم کسی صوفیانہ فضا میں سانس لے رہے ہوں۔---

الشفا طائف:

شفا، طائف شہر سے تقریباً ۲۵،۳۰ کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔یہ پہاڑی علاقہ سرسبز و شاداب وادیوں، بلند چوٹیوں اور ٹھنڈی فضاؤں کے لیے مشہور ہے۔یہ علاقہ تقریباً دو ہزار دو سو سے دو ہزار پانچ سو میٹر (۲۲۰۰۔۲۵۰۰)(۷۲۰۰۔۸۲۰۰فٹ) کی بلندی پر واقع ہے، اسی وجہ سے یہاں کا موسم خوشگوار اور ٹھنڈا رہتا ہے۔''شفا'' اپنی انگور، انجیر، شہد، گلاب اور خوشبودار

پھولوں کے لیے مشہور ہے۔ یہاں کے پھولوں سے عرقِ گلاب اور عود تیار کیا جاتا ہے جو پورے عرب میں پسند کیا جاتا ہے۔ یہاں کے پہاڑ، سبز باغات اور قدرتی جھرنے اس علاقے کو سیاحوں کے لیے جنت بناتے ہیں۔

موسم گرما میں جب سعودی عرب کے دوسرے شہر بہت گرم ہوتے ہیں، شفا طائف ایک ٹھنڈی اور پر سکون پناہ گاہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں سیاحوں کے لیے پکنک پوائنٹس، کیمپنگ ایریاز، ہائیکنگ ٹریکس اور اونٹ و گھوڑوں کی سواری جیسی سہولیات موجود ہیں۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق یہاں پر قدیم زمانے سے عرب قبائل آباد تھے،اور یہ جگہ مکہ ومدینہ کے قریب ہونے کی وجہ سے بھی اہمیت رکھتی ہے۔

اس جگہ پر بندر بہت زیادہ تعداد میں نظر آرہے تھے جو کہ کسی گاڑی کی ڈگی،یا دروازہ کھلا دیکھتے تو فوراً اس گاڑی سے سامان لے کر بھاگ جاتے۔ بلا جھجک بلیوں کی طرح لوگوں کے گھروں کی دیواروں پر چڑھ دوڑتے۔اور یہ بندر گروپس کی شکل میں جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ یہاں کا موسم انتہائی خوشگوار تھا۔ بلکہ ہلکی ہلکی ٹھنڈ لگنا شروع ہو گئی تھی۔

نماز عصر کے بعد واپسی جدہ کے لیے روانگی شروع ہوئی۔واپسی پر وہی خاموشی اور پراسرار بلند و بالا پہاڑ جو صدیوں سے خاموش کھڑے تھے، ملے۔اس سفر میں بہت سے تاریخی مقامات کی زیارت ہوئی۔ مگر دل میں ایک کسک سی رہی کہ کاش اماں حلیمہ کی وادی کی بھی زیارت ہو جاتی۔ لیکن ٹائم کی کمی کے وجہ سے اس زیارت سے محروم ہی رہے۔ مغرب کے ٹائم ہم شاہراہِ مکہ پر موجود تھے۔ گاڑی روک کر نماز ادا کی گئی۔ گرمی شدید ترین تھی۔ نماز کے بعد گاڑی کا رخ جدہ کی طرف تھا۔

اب ہماری پاکستان واپسی میں چند دن باقی تھے۔اس جمعہ رات 3 بجے پاکستان واپسی کی فلائٹ تھی۔ لہٰذا یہ طے پایا کہ جمعہ کی صبح فجر کے بعد الوداعی عمرہ اور طواف کے لئے حرمِ کعبہ جائیں گے انشاءاللہ۔

الوداعی عمرہ و طوافِ کعبہ:

آج الوداعی عمرہ کی نیت سے ہم سب باجی فرحت، بھائی افتخار، میں اور نقوی صاحب مکہ کی طرف رواں دواں تھے۔ دل اداس تھا کہ نہ جانے اب کب دوبارہ اس سرزمین پر آنا نصیب ہو گا۔ بار بار دل سے دعا نکل رہی تھی۔ کہ یارب العزت!

''تجھے تیرے پیارے حبیب کا واسطہ، یہاں کا مبارک سفر بار بار ہمارے مقدر میں لکھ دے۔ یااللہ! میری نسلوں کو مدینہ اور مکہ کی سرزمین پر آباد فرما۔ یااللہ! مدینہ ہمارے لیے مستقل ٹھکانہ بنادے۔(آمین) راستے کے تمام مناظر کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

حرم پاک میں پہنچ کر طواف کیا، مقام ابراہیم کے نوافل ادا کئے، سعی کی، خوب رو رو کر دعائیں مانگی گئیں۔ عمرے سے فارغ ہو کر نوافل ادا کیے۔ جمعے کا دن تھا۔ اس لیے یہی ارادہ تھا کہ جمعہ حرمِ پاک میں ادا کر کے جدہ واپس جایا جائے۔

جمعہ کی نماز میں ابھی وقت باقی تھا۔ بھائی افتخار کہنے لگے کہ آپ لوگوں نے مکہ ٹاور اندر سے وزٹ کیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ ہم تو بس ہوٹل سے حرم اور حرم پاک سے ہوٹل تک ہی کا سفر کرتے رہے ہیں۔(سچ پوچھیے تو اس کے علاوہ کچھ خیال بھی نہیں آیا۔ بس یہی آرزو تھی کہ جتنا زیادہ وقت کعبۃ اللہ میں بیٹھ کر عبادت کر سکتے ہیں کر لیں)۔ بھائی افتخار نے کہا چلیں آپ کو مکہ کلاک ٹاور کے اندر کی سیر کرواتے ہیں یہ ٹاور حرم کے بالکل سامنے موجود ہے۔

مکہ کلاک ٹاور: ہم مکہ کلاک ٹاور کے اندر داخل ہوئے تو اندر تو پوری ایک دنیا آباد تھی۔ مارکیٹیں، ہوٹل، ریستوران سب کچھ موجود تھا۔ باجی نے بتایا کہ مکہ کلاک ٹاور کی زمین کے اوپر ۱۲۰ جبکہ ۳ منزلیں زیر زمین بھی ہیں اور اس کی اونچائی ۶۰۰ میٹر ہے۔ وہیں کے ایک ہوٹل میں ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ مکہ ٹاور کی بلندی اتنی ہے کہ مکہ کی حدود شروع ہونے سے پہلے ہی میلوں دُور سے مکہ کلاک ٹاور نظر آنا شروع ہو جاتا۔ مجھے اس چیز پہ بڑی حیرانی ہوئی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک صحابی سے ناراضی کا اظہار کیا کہ انہوں نے ایک کمرے کے اوپر دوسرے کمرے کی چھت ڈال لی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابی سے ناراضی کا اس طرح اظہار کیا کہ ان کی طرف سے رُخ انور موڑ لیا۔ پھر صحابی نے وہ منزل منہدم

کی تو آپؐ نے ان صحابی سے بات چیت شروع کی اور اب میں حیران تھی کہ مکہ میں اتنا بلند ٹاور کھڑا کیا گیا ہے۔ اور وہ بھی بالکل حرم کعبہ کے سامنے کہ وہ پورے مکہ سے نظر آتا ہے۔

کہنے والے شاید یہ کہیں کہ یہ وقت کی ضرورت ہے۔ اب وقت بدل چکا ہے۔ مکہ میں حاجیوں کی ضرورت کے پیشِ نظر اس میں کوئی برائی نہیں۔ لیکن میرے دل میں یہ خیال ضرور آرہا تھا کہ شاید یہ بھی قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہو۔ کیونکہ قرآن و حدیث کے احکامات قیامت تک کے لئے جو کل تھے وہی آج ہیں۔ ان میں ردوبدل نہیں کیا جاسکتا۔ ردوبدل کرنے والا گناہ گار ہے۔ سعودیہ جیسے وسیع ملک میں جگہ کی کمی نہیں ہے۔ آبادی اور سہولیات کو زمین پر پھیلایا بھی جاسکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ بلند ترین بلڈنگز بنائی جائیں۔ باقی ہر کسی کا اپنا اپنا نقطۂ نظر ہے۔

کھانے کے بعد ہم لوگ پھر حرم پاک میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے واپس آگئے جمعہ کے نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے خوب گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں۔ اور پھر واپسی جدہ کی طرف راہ لی۔ آج ہماری پاکستان واپسی کی فلائٹ رات تین بجے کی تھی لہٰذا رات گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ایئرپورٹ پہنچنا تھا۔ دن میں بھائی اور باجی نے ہمارے ساتھ مل کر سامان کی پیکنگ کروائی۔ اور سامان کا وزن وغیرہ چیک کیا کہ ایئرپورٹ پر جا کر کوئی مسئلہ نہ بنے۔ شام کا کھانا باہر کھانے کا پروگرام تھا۔ لہٰذا مغرب کی نماز پڑھ کر ہم لوگ مارکیٹ کی طرف نکلے۔

فلامانجو مال بارک:

باجی، بھائی، ان کے بچے اور ہم سب شام میں گھر سے نکلے۔ بھائی افتخار ہمیں ''فلاں مانجو مال'' لے گئے۔ یہ جدہ کا بہت بڑا اور بہت خوبصورت مال تھا۔ جہاں ہر قسم کی دکانیں اور ریسٹورنٹ موجود تھے۔ یہاں سے تھوڑی بہت شاپنگ کی گئی اور پھر ہمیں مال کے جس حصے میں لے جایا گیا، وہاں پر مختلف ممالک کے ریستوران تھے، مثلاً اٹلی، پاکستان، ترکی، جاپان وغیرہ وغیرہ۔ ہم پاکستانی ہوٹل میں داخل ہوئے جہاں پر بوفے سسٹم تھا۔ بے شمار انواع و اقسام کے پاکستانی کھانے موجود تھے۔ یہاں تک کہ ڈرائی فروٹ سے بنی ہوئی پنجیری بھی رکھی ہوئی تھی۔

ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد گھر واپسی ہوئی اور کچھ دیر کے بعد ہم سب ایئرپورٹ کی طرف روانہ تھے۔ واپسی کا سفر بڑے بوجھل دل اور قدموں سے طے ہو رہا تھا اور دل سے بار بار یہی دعا نکل رہی تھی یا رب العالمین ہمیں بار بار اپنے اور اپنے پیارے حبیبؐ کے در کی حاضری نصیب فرما۔ (آمین)۔

سعودیہ جاتے ہوئے پوری فلائٹ میں پاکستانی سوار تھے جو بڑی عقیدت سے سفر کر رہے تھے۔ جیسا کہ میں نے سفر نامے کے آغاز میں بتایا ہے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز ہوں۔ سوائے چند لوگوں کے سب سفید احرام میں ملبوس ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ واپسی کے وقت بھی جہاز پاکستان آ رہا تھا اور تمام مسافر پاکستانی ہی تھے۔ مگر واپسی کا سفر ایسا تھا کہ گویا آپ کسی لوکل بس میں سفر کر رہے ہیں۔ میری پچھلی سیٹوں پر دو خواتین اپنے بچوں کے ساتھ پاکستان واپس آ رہی تھیں۔ اپنے شوہروں اور ان کی مصروفیات سے سخت تنگ آئی ہوئی تھیں۔ لہٰذا سارے راستے وہ بچوں کو ڈانٹتی اور ایک دوسری سے اپنے دکھ درد با آوازِ بلند بانٹتی رہیں۔

سرزمینِ پاکستان: جہاز پاکستان کی حدود میں داخل ہوا تو سارے مسافروں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ ہر کوئی اپنے اپنے سامان کی طرف لپک رہا تھا۔ ایئر ہوسٹس بار بار درخواست کر رہی تھی:

''برائے مہربانی اپنی اپنی سیٹ پر آرام سے تشریف رکھیے۔ ابھی جہاز کو لینڈنگ کر لینے دیجئے۔ جہاز رکنے سے پہلے دروازوں کی طرف مت آیئے۔ برائے مہربانی اپنی سیٹ پر تشریف رکھیے'' مگر بے سود۔۔۔۔۔ میں حیران تھی کہ کیا یہ سب ایک دو منٹ پہلے نکل کر کتنا ایک جلدی اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ اگر تھوڑا تحمل سے کام لے لیں تو کیا ہی فرق پڑ جائے گا۔ مگر نہیں۔ جہاز رکنے کی دیر تھی کہ لوگ ایسے دوڑ دوڑ کر جہاز سے باہر نکل رہے تھے کہ جیسے خدانہ خواستہ جہاز میں آگ لگ گئی ہو۔ میں اور شاہ صاحب دبک کر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور جب جہاز بالکل خالی ہو گیا تو ہم بھی جہاز سے اُتر آئے۔

تمت باالخیر